قرآن کریم اور سُنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

# بینات

جلد: ۸۵ شمارہ: ۱۲
ذوالحجہ: ۱۴۴۳ھ - جولائی: ۲۰۲۲ء
قیمت فی شمارہ: ۵۰ روپے، زرِ سالانہ: ۶۰۰ روپے

مُدیر/مُدیرمسئُول
مولانا سیّد سُلیمان یوسُف بنوری

نائب مُدیر
مولانا سیّد احمد یوسُف بنوری

مُدیرمُعاون
مولانا محمّد اعجاز مصطفیٰ

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

**خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ**
دفتر ماہنامہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

**بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک**
یورپی اور امریکی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر
عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

**اکاؤنٹ نمبر**
اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

**وضاحت**
ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

**فون:** 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147
**فیکس:** 92-21-34919531 +
***Web***: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

**ناشر:** مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

# فہرستِ مضامین

## بصائر وعبر


| | | |
|---|---|---|
| توہینِ رسالت کا مذہبی و بین الاقوامی جرم اور بھارتی حکومت کا مجرمانہ رویہ! | ۳ | محمد اعجاز مصطفی |


## مقالات ومضامین


| | | |
|---|---|---|
| مکاتیب حضرت مولانا ابوالوفا افغانیؒ بنام حضرت بنوریؒ | ۹ | انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری |
| بینکاری سود کے متبادل کا سوال اور اس کی اہمیّت وحقیقت | ۱۴ | مفتی رفیق احمد بالاکوٹی |
| الإجازات الهندية، کتبِ اَثبات میں ایک قابلِ قدر اضافہ | ۲۸ | مولانا محمد یاسر عبداللہ |
| مہنگائی کے اسباب اور ان کا حل ... شریعت کی روشنی میں | ۳۹ | مفتی محمد راشد ڈسکوی |
| ’’الدنيا مزرعة الآخرة‘‘ کا اِسنادی حکم | ۵۰ | مفتی ابوالخیر عارف محمود |
| خطبۂ حجۃ الوداع ... ایک عالمی منشور | ۵۳ | مولانا عبدالصبور شاکر |


## دار الافتاء


| | | |
|---|---|---|
| کیا تمام گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے؟ | ۵۸ | ادارہ |


## نقد ونظر


| | | |
|---|---|---|
| صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پاکستان میں .... نقوشِ قرآن | | |
| الأربعينيات من أحاديث مفتاح الجنات | | |
| تحذیر الناس | ۶۰ | ادارہ |

# توہینِ رسالت کا مذہبی و بین الاقوامی جرم

## اور بھارتی حکومت کا مجرمانہ رویہ!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی

اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو رہتی دنیا تک کی انسانیت کی نجات وفلاح کے لیے بھیجا ہے، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات کے لیے اپنا آخری نبی و رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اسلام تمام ادیان پر غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ چونکہ ایمان اور اسلام کے معنی امن وسلامتی کے ہیں، اسی لیے دینِ اسلام کی تمام تر تعلیمات انسانیت کے احترام کا درس دیتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں تمام مذاہب و ادیان کے ساتھ رواداری اور اُن کے مقدسات کے احترام کا درس موجود ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ‘‘ (الانعام:۱۰۸)

ترجمہ: ’’اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا، پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدون سمجھے۔‘‘ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

آسمانی مذاہب ہوں یا انسانوں کے افکار واوہام پر مشتمل ادیان، سب ہی سے متعلق اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ ان کے معبودوں اور پیشواؤں کو گالی مت دو۔ پیغمبرِ اسلام رحمۃٌ للعالمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غیر مسلم بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط لکھوائے تو ان کے مقام ومرتبے کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں مخاطب کیا، اسی طرح جب جہاد کے لیے مجاہدین کو نصیحتیں فرمائیں تو غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے اور ان کے گوشہ نشین مذہبی پیشواؤں کو مارنے سے منع کیا، تاوقتیکہ وہ غیر مسلم پیشوا مسلمانوں کے خلاف کسی سازش کا حصہ نہ ہوں یا جنگ میں دوبدو نہ آئیں۔

بلاشبہ اسلام کی یہ تعلیمات اس قدر روشن اور پاکیزہ ہیں کہ ہر منصف مزاج شخص انہیں جاننے کے بعد اسلام کی حقانیت کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا، لیکن جس طرح مشرکینِ مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و امانت اور صفاتِ حسنہ کے قائل ہونے کے باوجود آپ کی نبوت ورسالت کا ازراہِ عناد وتعصب انکار کرتے تھے اور انہیں جب ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی نقص نظر نہ آتا تو وہ اسلام اور اہلِ اسلام کو نشانہ بناتے تھے۔

اسی طرح کفارِ مکہ اور منافقین کی راہ پر چلتے ہوئے کچھ عرصے سے شیطان کے پجاریوں نے بھی یہ وطیرہ بنالیا ہے کہ انہیں جب نظر آتا ہے کہ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر ہماری سوسائٹی اسلام کے قریب جارہی ہے، اور چودہ صدیوں سے پھیلی آفتابِ اسلام کی کرنوں سے ایک دنیا فیضیاب ہونے کو تیار ہے، جنہیں وہ روک نہیں سکتے تو ذاتِ نبوت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کیچڑ اُچھالنے کی ناپاک اور مذموم کوششیں شروع کردیتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس، مطہر اور بے عیب شخصیت کی شان میں گستاخی کے درپے ہوجاتے ہیں۔ گویا یہ گستاخانِ رسول مشرکینِ مکہ سے بھی ضد اور عناد میں آگے بڑھ گئے ہیں، اس لیے کہ وہ تو ذاتِ نبوت کو ہر اعتبار سے قابلِ اطمینان اور قابلِ اعتماد گردانتے تھے، انہیں اعتراض تھا تو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر، جب کہ یہ گستاخ اس قدر دریدہ دہن واقع ہوئے ہیں کہ بغیر کسی وجہ کے براہِ راست ذاتِ نبوت ورسالت کی توہین پر اُتر آتے ہیں۔ یہ کس قدر اوچھی اور گری ہوئی حرکت ہے کہ انسان نظریات سے گر کر ذاتیات پر اُتر آئے۔

آج کے کفار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں نے کچھ عرصے سے اپنا یہی وطیرہ بنا رکھا ہے، چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ آزادیِ اظہار کی آڑ لے کر کبھی یورپ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکے بنائے جاتے ہیں، گویا یہ دریدہ دہن اُٹھ کر چاند کی جانب منہ اُٹھا کر تھوکنے لگتے ہیں، جس کا تھوک خود ان کے اپنے منہ پر آگرتا ہے، کیونکہ: ’’پست وہ کیسے ہوسکتا ہے جس کو حق نے بلند کیا‘‘ جن کے بارہ میں خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ‘‘ ترجمہ: ’’اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا۔‘‘

ان کفار اور دین دشمنوں کی دریدہ دہنی اور ان کے طعنوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تو ذرہ برابر کمی نہیں آتی، مگر ایسے تمام لوگ ملعونین ہوکر اللہ تعالیٰ کی لعنت کے ضرور مستحق ہوجاتے ہیں۔

یوں تو توہینِ رسالت کے ایسے واقعات پہلے سے ہی مغربی ممالک کے سیاہ چہرے پر کلنک کا ٹیکا بن چکے تھے، مگر اب حال ہی میں ہندوستان میں مودی حکومت کی ترجمان نے شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بدترین توہین وگستاخی کا ارتکاب کیا ہے، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ہندوستان کی حکمران جماعت بی جے پی کی قومی ترجمان خاتون نے ایک ٹی وی چینل پر مغلظات بکیں، اس ملعونہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ومطہر ذات اور قرآن کریم کو اپنی دریدہ دہنی کا نشانہ بنایا۔ جونہی یہ خبر عام ہوئی تو ہندوستان سمیت پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی اور مسلمانوں نے اس ملعونہ کی دریدہ دہنی کے خلاف احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع کردیا، جس میں ہندوستان کی حکومت سے اس ملعونہ کو سزا دینے کا مطالبہ زور وشور سے اُٹھایا گیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں اور مسلم تنظیموں نے اس گستاخی کے خلاف اپنے بھرپور جذبات کا اظہار کیا، خصوصاً عرب دنیا اس بار سب سے بازی لے گئی۔

سعودی عرب، کویت، قطر، لیبیا، مصر، انڈونیشیا، بحرین، مالدیپ، عمان، اردن اور ایران نے باقاعدہ سرکاری سطح پر اس گستاخی کا نوٹس لیا اور کئی ممالک نے ہندوستانی سفیر کو طلب کرکے اسے احتجاجی مراسلہ تھمایا۔ نیز ان ممالک کے بڑے بڑے اسٹورز اور شاپنگ سینٹرز نے ہندوستانی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کیا، جس سے ہندوستانی حکومت کو بہت زیادہ دھچکا لگا، کیونکہ عرب ممالک سے ہندوستان کے تجارتی تعلقات بہت بڑے پیمانے پر قائم ہیں۔

روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۷/جون ۲۰۲۲ء کی ایک رپورٹ کے مطابق: ''لاکھوں بھارتی مزدور خلیجی ممالک سے اربوں ڈالرز زرِمبادلہ بھیجتے ہیں، بھارت عرب ممالک سے ۱۰۰/ارب ڈالر کی تجارت کرتا ہے۔ بھارت نے خلیجی ممالک کے ساتھ معاشی شراکت داری بڑھائی ہے۔ ہندوستان تیل درآمد کرنے والا تیسرا بڑا ملک ہے اور اپنی ضرورت کا ۶۵ فیصد تیل مشرقِ وسطیٰ کے ممالک سے درآمد کرتا ہے۔ اس وقت بھارت کے ۸۰ لاکھ مزدور خلیجی ممالک میں ملازمت کررہے ہیں۔'' چنانچہ مودی حکومت نے اپنے تجارتی مفاد کے تحت فوری طور پر توہینِ رسالت کی مرتکب ملعونہ خاتون کو اپنی جماعت سے برطرف تو کردیا، لیکن اس کو جاری کیے گئے نوٹس میں کہیں بھی اس کے جرم ''گستاخیِ رسالت'' کا ذکر نہیں کیا، بلکہ اسے اختیارات کے ناجائز استعمال کا مرتکب قرار دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھارت کی

انتہا پسند مودی حکومت کو مسلمانوں کے جذبات مجروح ہونے کا ذرہ بھر کوئی احساس نہیں۔

بہرحال عرب ممالک، خلیجی ریاستوں اور مشرقِ وسطیٰ کے ان ملکوں نے جس غیرت اور دینی حمیت کا مظاہرہ کیا، وہ قابلِ تحسین اور قابلِ داد ہے اور یقیناً انہوں نے مودی کی فاشسٹ حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا، لیکن مسلمان اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سزا ناکافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت سمیت کئی مسلم ممالک اور خود ہمارے ملک پاکستان میں مسلمانوں کی جانب سے بالکل برحق مطالبہ کیا جارہا ہے کہ ملعونہ کو انڈین قانون کے مطابق سزا دی جائے، تاکہ آئندہ کوئی توہینِ رسالت کرنے سے پہلے سو بار سوچے۔

انڈین قانون کی شق ۵۰۵ اور ۱۶۳ کے مطابق کسی بھی مذہب کی گستاخی کے جرم میں تین سال قید اور مالی جرمانے کی سزا موجود ہے۔ نیز ہندوستانی آئین کے آرٹیکل ۱۰ کے تحت مذہبی جذبات کو مجروح کرنا جرم ہے۔ ہندوستان بھر میں اسی مطالبے کو لے کر بڑے پیمانے پر مظاہرے کیے جارہے ہیں، مگر بھارتی حکومت نے ایک درست اور قانونی مطالبہ کو پورا کرنے کی بجائے احتجاج کرنے والے مسلمانوں کو گرفتار اور ان کے گھروں کو بلڈوز کرنا شروع کردیا ہے، اب تک کی اطلاعات کے مطابق ۸۰۰ مسلمانوں کو حراست میں لیا جاچکا ہے، کئی گھر مسمار کیے گئے ہیں، جبکہ دو مسلمانوں کی بھارتی پولیس کے ہاتھوں شہادت کی خبر بھی آئی ہے۔ ان ظالمانہ اقدامات کے خلاف تمام مسلم ممالک خصوصاً عرب دنیا، او آئی سی اور اقوامِ متحدہ کو سخت نوٹس لینا چاہیے۔

توہینِ رسالت کے اس دلخراش واقعہ کے خلاف پاکستان بھر میں بھی بھرپور احتجاج کیا گیا، پاکستانی وزیر اعظم میاں محمد شہباز شریف سمیت تمام سرکاری و سیاسی رہنماؤں نے اپنے بیانات میں عالمی دنیا سے ایکشن لینے کا مطالبہ کیا ہے، جبکہ بھارتی سفارت خانے کے ناظم الامور کو طلب کرکے احتجاجی مراسلہ بھی دیا گیا ہے۔

اسی طرح جمعیت علماء اسلام کے سینیٹر حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب کی تجویز پر سینیٹ کے چیئرمین کی قیادت میں تمام سینیٹروں نے ۱۰/ جون ۲۰۲۲ء کو نمازِ جمعہ کے بعد سینیٹ سے لے کر بھارتی سفارت خانے تک مارچ کیا اور سفارت خانے کو بھارتی حکومت کے نام ایک مراسلہ اور یادداشت پیش کی۔

اسی طرح ملک بھر میں عوامی سطح پر احتجاج کے لیے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کال دی تھی، جس کی بنا پر ۶/ جون ۲۰۲۲ء کو جمعیت علماء اسلام کے تحت کراچی پریس کلب پر احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ جبکہ لاہور، کوئٹہ، پشاور سمیت چھوٹے بڑے تمام شہروں میں دوسری مذہبی تنظیموں اور جماعتوں کے علاوہ جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت نے عظیم الشان مظاہرے کیے۔

۱۰/جون ۲۰۲۲ء بعد نماز جمعۃ المبارک ملک بھر میں یومِ تحفظِ ناموسِ رسالت منایا گیا، کراچی میں بھی گرومندر سے ایک بہت بڑی احتجاجی ریلی نکالی گئی، اس ریلی کی خبر اور اس میں منظور کرائی جانے والی قراردادیں درج ذیل ہیں:

’’کراچی (پ ر) بھارتی حکمران جماعت بی جے پی کی ترجمان کی جانب سے نبی مکرم آنحضرت ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کے خلاف پوری اُمتِ مسلمہ سراپا احتجاج ہے۔ رسالتِ مآب ﷺ کی گستاخی دنیا کی سب سے بڑی دہشت گردی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں تمام مذاہب کی مقدس شخصیات کے احترام کا درس دیا ہے۔ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کی مذموم کوشش ناقابلِ برداشت ہے۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی ناموس پر کیچڑ اُچھالنا دنیا کے امن کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ ہندوستانی مصنوعات کا بائیکاٹ، بھارتی سفیر کو بلاکر احتجاج اور گستاخوں کو سخت سے سخت سزا دینے کے مطالبات کیے گئے۔

کراچی بھر کے مختلف علاقوں سے ریلیاں شروع ہوکر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے ہوتے ہوئے نمائش چورنگی پہنچیں، جہاں ہزاروں عاشقانِ مصطفیٰ شریک ہوئے، جن سے خطاب کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان کے رہنماؤں قاری محمد عثمان، راقم الحروف، قاضی احمد نورانی، مولانا محمد غیاث، مولانا قاضی احسان احمد، مفتی شکور احمد، مولانا عبدالکریم عابد، مولانا محمد اسحاق مصطفیٰ، مولانا محمد قاسم رفیع، مولانا فتح اللہ، مولانا رضوان قاسمی، مولانا کلیم اللہ نعمان، مفتی محمد اکمل، قاری سیف الرحمٰن، مولانا عادل غنی، مولانا حامد، مولانا سمیع الحق سواتی اور دیگر نے عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے تحت ناموسِ رسالت ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: ناموسِ رسالت ہمارے ایمان کا بنیادی جزو ہے۔ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے ہر قسم کی قربانی دیں گے۔ بھارتی رہنما کی جانب سے کی گئی گستاخی کے خلاف بھرپور مظاہرہ کرکے مسلمانوں نے آقائے دوجہاں ﷺ کے ساتھ اپنی وفا اور عشق کا اظہار کیا ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس تو پوری انسانیت کے لیے سراپا رحمت وامن ہے، کسی مہذب معاشرے کا فرد آپ ﷺ کے بارہ میں گستاخانہ جملوں کا استعمال نہیں کرسکتا۔ بی جے پی ترجمان کی جانب سے حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ ان گستاخانہ کلمات سے پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل مضطرب اور پریشان ہیں۔ کسی بھی مسلمان کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارہ میں عزت وتکریم سے گرے ہوئے ایک لفظ کا سننا بھی قابلِ برداشت نہیں۔ بھارتی رہنما کی اس سفاکیت کے خلاف مشرقِ وسطیٰ کا ردِعمل قابلِ تحسین

اور لائقِ ستائش ہے۔ بھارتی رہنما کی اس انتہا پسندی کو ابھی سے روکنا ہوگا۔

اس موقع پر درج ذیل قراردادیں بھی منظور کرائی گئیں:

۱:... ہر مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بزرگ اپنے ہر عمل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بنانے کی کوشش کرے۔

۲:...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت سے دنیا کو روشناس کرائیں۔

۳:...تمام مسلمان بھارتی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔

۴:...او۔آئی۔سی اس اہم معاملے پر فوری اجلاس بلائے اور سخت احتجاج ریکارڈ کرائے۔

۵:... بھارتی حکومت ایسے رہنماؤں کو سخت سزا دے، ورنہ دنیا کا امن خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔

۶:...مسلم اُمہ متفقہ لائحہ عمل طے کرکے عالمی سطح پر بھارت سے جواب طلب کرے۔''

اس کے علاوہ ''ادارہ بینات'' اپنی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملک بھر میں توہینِ رسالت کے مقدمات میں جتنے بھی لوگ گرفتار جیلوں میں بند ہیں اور ان پر مقدمات ثابت ہو چکے ہیں، ان کو فی الفور قانون کے مطابق کھلے عام سزائیں دی جائیں، تاکہ دنیا بھر میں یہ پیغام جائے کہ پاکستان کی حکومت واقعی اس قانون پر عملدرآمد کرنے میں مخلص اور سنجیدہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ او۔آئی۔سی کا اجلاس بلاکر اور اس میں شریک سب ممالک اور مسلم تنظیموں کو اس پر متحد اور متفق کرکے اقوامِ متحدہ میں اس قانون کو لے جاکر قانون سازی کرائی جائے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین وگستاخی قابلِ سزا جرم ہے اور اس کی سزا' سزائے موت ہے۔ اس سے ان شاء اللہ! جہاں دنیا بھر میں گستاخیوں کا سلسلہ رک جائے گا، وہاں دنیا امن وسلامتی کا گہوارہ بھی بن جائے گی اور اس سے دنیا بھر کے سیاسی اور اقتصادی مسائل کے ساتھ ساتھ امن وامان پر اُٹھنے والے اخراجات میں کافی حد تک کمی واقع ہوگی۔

اُمید ہے کہ ان معروضات پر ضرور غور وفکر کرکے عمل درآمد کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اربابِ اختیار کو توفیق بخشے، آمین، وما ذٰلك علی اللہ بعزیز.

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ أجمعین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوریؒ

# مکاتیب حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ

## بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

### مکتوب حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از جلال کوچہ، حیدر آباد دکن (ہند)

چارشنبہ ۱۸؍صفر سنہ ۷۸ھ

عزیز محترم مولانا سید محمد یوسف صاحب دام مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! کرم نامہ بلا تاریخ ۱۶؍صفر کو وصول ہوا۔ خوشی ہوئی کہ کتابیں ارسال ہوئیں، مجھے حلب (شام) سے وصول یابی کی اطلاع وصول نہیں ہوئی، امید (ہے) کہ وصول ہوئی ہوں گی، میں دریافت کرتا ہوں، نہ پہنچی ہوں تو ڈاک خانہ میں دریافت کرنا، تفصیلی حساب لکھنے کی بہت جلد ضرورت ہے۔ میں ہر طرف سے تعلقات قطع کرتا جاتا ہوں کہ میں ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوجاؤں، کیونکہ اب زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ نور محمد (کراچی کے معروف کتب خانہ کے مالک) سے بھی رقم حاصل کرلیجیے، تاکہ ان سے تعلق باقی نہ رہے، بہت ہی سبک آدمی ہے، قابلِ تعلق نہیں۔ کوئٹہ کو جو کتابیں ''مختصر الطحاوي'' و''أصول السرخسي'' آپ نے ارسال کی تھیں، وہ بھی آپ کے پاس واپس آنے والی ہیں۔

واقع یہ ہے کہ ہمارے دوست حافظ خان محمد کا انتقال ہوگیا ہے، ان کے پاس ۴۹ عدد (نسخے) ''مختصر'' کے اور ۲ عدد اصول کے امانت ہیں۔ اتنے عرصہ میں ان کے پاس صرف دو ہی نسخے مختصر کے بکے اور اصول کے ۳؍عدد میں نے قندھار بھجوائے تھے، باقی دو ویسے ہی ان کے پاس ہیں، میں نے پرسوں وہاں لکھا ہے، اگر ان

کتب کا حساب مل گیا تو آپ کے ہاں واپس ہوں گی۔ آپ موجودہ فروخت شدہ کتب کا حساب ارسال فرمائیں، تاکہ میں دفتر میں اس کا حساب لکھ کر رکھ لوں۔ آپ نے لکھا ہے کہ ضعفِ اعصاب میں مبتلا ہیں، افسوس آپ کی جوانی کا عالم ہے، اس میں یہ عارضہ موجبِ خسرانِ علم ہے، اللہ جل شانہ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ مجھے اڑھائی سال ہوئے کہ مسلسل اس مرض کی دوا کھا رہا ہوں، اور اس پر بھی آئے روز کچھ نہ کچھ کھٹ کھٹ رہتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں (کہ) قندھار کا ارادہ تو نہیں، کاش! اس بہانہ سے زیارت نصیب ہوتی، هیهات!، اب میری اور آپ کی ملاقات بظاہر ناممکن ہے، مجھ میں اور آپ میں بُعد المشرقین ہے، کہاں میں اور کہاں قندھار؟! نہ بدن میں خم وکس ودم اور نہ اتنے مصارف کہ سفر کرسکوں۔ اس وقت بھی مصارف' قندھار سے آئے تھے، اور کچھ مرحوم مفتی مخدوم بیگ نے دیئے تھے۔ جب میں آپ کی گلی میں تھا اور ملاقات کے لیے تڑپتا تھا تو آپ نے پیٹھ پھیر دی، اور کوئی خواہش نہ کی، اب خواہش کی کوئی صورت ہی نہیں۔ ''پس از اں کہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد'' (جب میں ہی اس دنیا میں نہ رہا تو تم کس کام کے لیے آنا چاہو گے؟!) ہاں! دعوات کا تعلق جانبین سے ہے، اگر کسی وقت یاد رہے اور اللہ رب العزت کو اس فقیر البائس کے لیے پکارا تو زہے قسمت، یہ فقیر تو اپنے عزیزوں دوستوں کو نہیں بھولتا، یہ اللہ کی مہربانی ہے، اعمال تو نہیں، یہی دعائیں شاید کام آجائیں۔

کتاب ''رد المحتار'' کامل (۱۵۰)، طبع استنبول، مستعمل، جلد عمدہ، نو، ایک نسخہ میرا ذاتی ہے، اور ایک نسخہ فائق، کاغذ عمدہ، جلد فاخر (۴) اور نصف اول ''مجمع بحار الأنوار'' (۵۰) اس فقیر کے ہیں، بسبب ضرورتوں کی مجبوری کے فروخت کرنے (کو) آمادہ ہوں، بشرطیکہ ان کی قیمت موجودہ نرخ پر وصول ہوجائے۔ اس وقت فقیر پر باوجود صحت خراب ہونے کے بھی کام کی کثرت ہے، ''شرح زيادات الزيادات للسرخسي'' اور ''للعتابي'' چھوٹی سی کتابیں ہیں، ایک سال سے زیرِ طبع تھیں، عن قریب فراغت کی توقع ہے، اخیر پروف آج آجائے گا، اور مقدمہ طبع ہونا (باقی ہے) اور فہرست بھی، اس کے بعد کتاب تیار ہوئی تو آپ کے پاس بھی نسخے آجائیں گے، ان شاء اللہ! اخیر ربیع الاول تک فراغت کی توقع ہے، بشرطیکہ زندگی وصحت باقی ہو۔ والسلام ودُمتُم بالخیر!

جواب کا انتظار رہے گا، غالباً کتبِ مرسلہ کی قیمت مجلس کی رقم سے آپ نے ادا کردی ہوگی۔

ابوالوفا

---

از جلال کوچہ نمبر ۴۶۵، حیدرآباد دکن (ہند)

پنج شنبہ ۸ / جمادی الاولیٰ سنہ ۷۸ھ

عزیزِ محترم سلمہ اللہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مرسلہ کارڈ وصول ہوا، میں نے کتابوں کی فروخت کے تفصیلی حسابات مانگے تھے، تاکہ کتابچۂ فروخت میں درج کردیئے جائیں، حسابات تاہنوز نامکمل ہیں، حیات کا بھروسہ نہیں، اس لیے جلد لکھ کر روانہ کیجیے۔ رقم کی وصول یابی سے بحث نہیں۔ کتابیں جو حلب (شام) روانہ کی گئی ہیں، ان کی ڈاک خانہ کی رسید کی حفاظت کی جائے، کیونکہ ابھی وہاں سے وصول یابی کی اطلاع نہیں آئی، تاکہ وقت پر کام آسکے۔ ''مختصر الطحاوي'' کے ۴۹ر نسخے ہیں حافظ خان محمد مرحوم کے پاس، دو نسخے فروخت ہوئے، اس کے خمس اور جلد سازی اور محصولِ ریل وضع کیا جائے تو (۱۸) ان کے ذمہ ہیں، اور تین نسخے ''أصول'' کے میں نے اپنی اغراض میں صرف کیے، اور ۲ر نسخے آپ کے واپس آئیں گے، مگر افسوس کہ وہ وہاں کے رواج کے موافق مجلد کردیئے گئے ہیں، جو کہ شاید خریدار کی منشا کے خلاف ہو، ۱۲ر فی جلد دیئے گئے، اس کے پیسے وقتِ فروخت حاصل کرنے ہیں۔ مختصر کی قیمت ۱۲ر روپیہ ہے، اور اصول کے (۲۴) یہ ملحوظِ خاطر رہے۔ ''زیادات الزیادات'' کی دو شرحیں ''النكت للسرخسي'' و''شرح العتابي'' طبع ہوگئی ہے۔ اس کے ۴ نسخے روانہ کرتا ہوں، ایک آپ کا، ایک مولوی عبدالرشید صاحب (نعمانی کا)، دو مجلسِ علمی میں مولانا طاسین صاحب کے پاس پہنچادیجیے۔

خط لکھنا شروع کیا تھا کہ درمیان میں کام مُخل ہوگئے، اور تکمیل نہ ہوسکی، آج تکمیل کررہا ہوں، امید (ہے) کہ کتب وصول ہونے کے بعد مطلع کیا جائے گا، والسلام ودُمتُم بالخیر!

یوم پنج شنبہ ۱۷ر جمادی (الاولی) سنہ ۷۸ھ

ابوالوفا

**نوٹ:** یہ خط ایک کارڈ پر لکھا گیا ہے، جس پر پتہ یوں درج ہے: بخدمتِ گرامی مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب، مدرسہ عربیہ، جامع مسجد نیوٹاؤن، کراچی (پاکستان)۔

---

سہ شنبہ ۱۰ر ذوالقعدۃ الحرام سنہ ۷۸ھ

عزیز محترم مولوی سید محمد یوسف صاحب بنوری زادہٗ فضلاً ورفعۃً!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مکتوبِ مبارک کل دوشنبہ ۹ر ذق (ذیقعدہ) کو وصول ہوا، بچی (فاطمہ مرحومہ) کی بصارت زائل ہونے پر بڑا صدمہ ہوا، افسوس اس مسکینہ کی حیات مکدّر رہوگئی، اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم کا ابتلا ہمیشہ ہوا ہی کرتا ہے، اور دنیا ان کی ہمیشہ مکدّر رہی ہوتی رہی ہے:

أَهْلَ بَيْتِ النَّبِيِّ سُدْتُمُ النَّاسَ بِتُقًى

وَسِوَاكُمْ سَوَّدَتْهُ الصَّفْرَاءُ وَالْبَيْضَاءُ

(''اے نبی کے گھر والو! تم اپنے تقویٰ کی بدولت لوگوں کی سیادت کے لائق ہوئے ہو، جبکہ دیگر لوگوں کو مال و دولت نے اس منصب پر فائز کیا ہے۔'')

اللہ تعالیٰ آپ کو صبر و اجر عطا فرمائے، آمین! اور بچی کو بینائی عطا فرمائے، آمین!

گزشتہ کتب کے متعلق تو مفصل حسابات مطلوب ہیں، تاکہ لکھ دیا جائے کہ کتنی کتابیں رعایت سے فروخت ہوئیں، اور کتنی اپنی اصل قیمت پر، اس میں بھی آپ نے سب ایک قیمت پر فروخت نہیں کیں، بلکہ مختلف اثمان (قیمتوں) پر، شاید آپ کے پاس تفصیلی نوٹ باقی نہیں، یا ابتدا ہی سے ہر ایک کی امتیازی شکل قلم بند نہیں کی اور فراموش کر گئے، اور یہاں حسابات باقاعدہ رکھے جاتے ہیں۔ اصولِ سرخسی کے نسخے میں روانہ کرتا ہوں، لیکن وقتِ واحد میں نہیں، آہستہ آہستہ پے در پے ارسال ہوں گے، کیونکہ میں اکیلا ہوں، اور مجھ پر آج کل بہت دباؤ بڑھ رہا ہے، مگر میں اس کی قیمت بسکۂ ہندلوں گا بعد از وضعِ خمس نرخ تاجرانہ فی نسخہ کی قیمت ۱۶ ہوگی، جملہ کی قیمت ۳۲۰ روپیہ ہوگی اور ۲۲ر کی قیمت ۳۵۲ روپیہ ہوں گے، لیکن ہم کو آپ کے ہاتھ فروخت کرنے میں کیا نفع جب وہاں قیمت وصول نہیں ہوسکتی؟ بہتر ہوتا کہ کہ مُجاز تاجرِ کتب کے ذریعہ آپ طلب کرتے تو ہمیں قیمت بھی سہولت سے مل جاتی، اور آپ کو کتابیں بلا ریب وصول ہو جاتیں، اجورۂ ڈاک بھی کم پڑتا۔

نور محمد کارخانہ سے جتنی رقم وصول ہونے کی ہے، اسے وصول کر کے اپنے پاس رکھ لیجیے، اس کے بعد ان سے کسی قسم کا معاملہ کرنا نہیں ہے۔ حلب (شام) کو جو کتابیں مجلس نے ہماری جانب سے روانہ کیں، اس کی رقم آپ نے لکھ دی تھی، جس کے متعلق آپ کو لکھا گیا تھا کہ مجلس کے مجموعہ رقم سے ادا کر دی جائے، اور آپ نے اس کی قیمت و اجورہ سب درج کر دیا تھا، مگر اب حلب سے خط آیا کہ وہ پارسل وصول ہوا، مگر اس پر ہدیہ لکھا ہوا تھا، چنانچہ پارسل بعینہٖ ارسال کر دیا گیا، یہ کیا ماجرا ہے؟

حلب کے خط میں لکھا ہے کہ ''مختصر الطحاوي'' کلیہ شرعیہ دمشق میں درس میں رکھی گئی ہے، اس لیے اب تم کو اسے دوبارہ طبع کرانا ہوگا، ہم کو استانبول میں ایک تیسرا نسخہ اس کا ملا، جس کا عکس منگایا گیا، اور اس سے مقابلہ و تصحیح بھی از سرِ نو ہو کر نسخہ محفوظ کر دیا گیا، تاکہ طباعتِ ثانیہ میں کتاب ایسی عمدہ طبع ہو۔ شیخ رضوان' وکیلِ لجنہ مُصر ہیں کہ اپنی کتابیں ہند منگاؤ، کیونکہ اب ان سے وکالت مجلس کی نہیں ہوسکتی، وہ گاؤں میں رہ گئے ہیں، اس لیے اب بہت مجبوری ہے، کیونکہ کتب کی حفاظت کا کوئی سامان اب وہاں نہیں۔

افریقہ سے زکاۃ کی کچھ رقم آئی ہے، اس کی کتابیں خرید کر مدارسِ اسلامیہ میں ارسال کی گئی ہیں۔ کل کی ڈاک سے آپ کے نام بھی چند کتب آئیں گی، انہیں مصرفِ زکاۃ میں صرف فرمایئے اور وصول یابی سے مطلع فرمایئے۔ آپ پشاور جا کر آرہے ہیں، حضرت مولانا صاحب زادہ سید فضل صمدانی صاحب

مدظلہ [1] اور آپ کے والد ماجد صاحب مدظلہ العالی کا مزاج کیسا ہے؟ اور عزیزم مولوی حافظ ایوب جان کیا کام کررہے ہیں؟ رقم کے متعلق حاجی جمال الدین صاحب سے مشورہ اور مدد لیجیے، شاید کوئی عمدہ صورت نکل آئے، واللہ المستعان، وإليه المشتكى.

عزیزم مولوی عبدالرشید صاحب (نعمانی) سے کہیے کہ ''شرح زیادات الزیادات'' پر تبصرہ کرکے وہاں کے کسی مجلہ یا روزنامچہ میں شائع کیجیے، تاکہ کتاب کا تعارف ہو۔ نیز یہ کہ بھوپال کی کتاب کا ردایسا ہی ادھورا رہ گیا، اسے پورا کرنا تھا، وہ بہت عمدہ کام تھا۔ والسلام علیہ ورحمۃ اللہ!

یہ فقیر بحمداللہ تادمِ تحریر بعافیت ہے، اعصاب کی کمزوری میں مبتلا چار پانچ سال سے مسلسل علاج جاری ہے، اس وقت یہاں گرمی پورے شباب پر ہے، گرمی میں مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے، جبین (پیشانی) کے بائیں جانب ہروقت پسینہ آتا رہتا ہے۔

''زجاجة المصابيح'' کی بھی وہاں ترویج کرنا، تاکہ درس میں داخل ہو، جتنے نسخے مطلوب ہوں، ارسال کیے جائیں گے ان شاء اللہ۔ اب تک اس کی چار جلدیں طبع ہوچکی ہیں، فی جلد ۶/روپیہ سکۂ ہند قیمت مقرر ہے۔ ''شرح سیر کبیر'' عمدہ تصحیح وآب وتاب کے ساتھ مصر میں طبع ہورہی ہے، پہلا حصہ طبع ہوچکا، المُحْكَم (لابن سِيْدَه) لغت کی مشہور کتاب کی طباعت بھی شروع ہوگئی، پہلی جلد شائع ہوچکی، شاید باقی ۱۹-۲۰ جلدیں ہوں گی۔ ''أنساب الأشراف للبلاذري'' بھی طبع ہورہی ہے۔ آپ ترمذی کے ''وفي الباب عن فلان وفلان'' احادیث کی تخریج کررہے تھے، وہ تخریج کہاں تک پہنچی؟

حضرت مفتی (مہدی حسن شاہجہان پوری) صاحب ۲۱/ماہِ رمضان سے بیمار تھے، اب بفضلہٖ تعالیٰ رُو بصحت ہیں، اب ہند میں یہ ایک صبح کا تارا باقی ہے، اللہ جل شانہ باقی رکھے، آمین! آپ کے مدرسہ کی کچھ حالت لکھیے کہ کتنے طلبہ اس میں زیرِ درس ہیں؟ اور کتنے مدرّس اس میں پڑھاتے ہیں؟ اس کا نصاب کیا ہے؟ مصر میں منکرینِ حدیث کے رد میں ابھی ابھی ایک کتاب ''الحديث والمحدّثون'' تصنیف ہوکر شائع ہوئی ہے، اس کے مصنف ابوزھو محمد ازہری ہیں، مجلس میں اس کا نسخہ آگیا ہے، کتاب اچھی ہے، آپ سلف کے عمدہ متبع ہیں، آپ کو اور آپ کے امثال کو اللہ علم کی خدمت کے لیے تابدیر سلامت رکھے اور توفیقِ رفیق عطا فرمائے، آمین!

والسلام ودُمتُم بالخير!

ابوالوفا

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

(۱) حضرت بنوری رحمہ اللہ کے ماموں جن کا حضرت کی ابتدائی تعلیم وتربیت میں اہم کردار رہا ہے۔

# بینکاری سود کے متبادل کا سوال

## اور اس کی اہمیت و حقیقت

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
استاذِ جامعہ وناظم تخصصِ فقہِ اسلامی

سودی نظام کا متبادل کیا ہوسکتا ہے؟ اسلامی معاشرے سے سود کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟ بینک کے بغیر عوام گزارہ نہیں کرسکتے، بڑے بڑے تعلیمی وتجارتی ادارے اپنے لین دین کے لیے بینک اکاؤنٹ کے محتاج ہیں، بلکہ ملکوں کی معیشت اور بین الممالک مالیاتی تبادلے کے لیے بینک کی ضرورت کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ ایسی ضرورت سے چشم پوشی کیسے کی جاسکتی ہے؟ مختلف مناسبتوں سے یہ سوالات بڑی شدّت کے ساتھ دہرائے جارہے ہیں۔

ان سوالات کے جوابات سے قبل خود ان سوالات کی حقیقت وواقعیت کا جائزہ اگر لیا جائے تو مناسب ہوگا۔ جہاں تک سود کے متبادل کا سوال ہے، اگر یہ علمی حلقوں سے اُٹھایا جاتا ہے تو اس کی کوئی حقیقت اور واقعیت نہیں ہے، کیوں کہ اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ کسی بھی حرام کے ترک کی دعوت پر متبادل کا سوال کرنا اور حرام سے باز آنے کے لیے اپنی ترجیحات ومرضیات کے حامل متبادل کا اصرار کرنا یا حکمِ شرعی ماننے کے لیے نامعقول مطالبے کرنا، یا حکمِ الٰہی کے مقابلے میں اپنی خواہش کے مطابق اختراعی متبادل کی صورت اپنانا اور مزعومہ متبادل نہ ملنے کی صورت میں حکمِ شرع کو نہ ماننے پر بضد رہنا، ماضی کی ایک خوئے بد کے شائبہ کی وجہ سے بے محل ہے، ایسی خوئے بد کے سمجھنے کے لیے قرآنِ کریم کی درج ذیل آیات میں غور فرمایا جائے:

①: ۔مشرکینِ مکہ کو ترکِ شرک اور اختیارِ توحید کی دعوت دی گئی تو انہوں نے جواب میں من پسند متبادل کا جو مطالبہ کیا، اس کی حکایت یوں فرمائی گئی ہے:

’’وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا

أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَآئِ نَفْسِيٓ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۔'' (یونس:۱۵)

ان لوگوں نے قرآنِ کریم کی تعلیمات کو جوں کا توں ماننے کی بجائے اپنی تجاویز و ترجیحات والا قرآن پیش کرنے پر اصرار کیا اور قرآنِ کریم کو ان کی مرضی کے مضامین پر مشتمل نہ ہونے تک دینِ اسلام کو اپنے مذہب باطل کا متبادل تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (۱)

②:۔بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ ہفتے کے دن کا تقدُّس قائم رکھنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے، انہوں نے ظاہری عہد و پیمان کے باوجود ناجائز طریقے سے اس مقدّس دن کی بے حرمتی کے لیے ایک چور راستہ اختیار کیا اور اس حکم کی پامالی کے لیے اپنی خواہش کے مطابق خود ساختہ ایسا متبادل گھڑا جسے حرام کے ظاہری لیبل سے بچانے کے لیے ۵ ؍مراحل میں یوں تقسیم کیا:

❶: **پہلا مرحلہ:** دریا یا سمندر کے باہر گہرے تالاب بنائے۔

❷: **دوسرا مرحلہ:** ان تالابوں میں دریا سے پانی لانے کے لیے نہریں کھودیں۔

❸: **تیسرا مرحلہ:** ان نہروں میں دریا کا پانی چھوڑا۔

❹: **چوتھا مرحلہ:** مچھلیاں آنے کے بعد ان کی واپسی کا راستہ بند کر دیا۔

❺: **پانچواں مرحلہ:** ہفتے کے دن مچھلی سے پرہیز اور اتوار کے دن ان کا شکار کیا۔

اس حیلہ بازی کے نتیجے میں جوق در جوق مچھلیاں آئیں اور تالاب بھر گئے اور انہوں نے مچھلیاں شکار بھی کرلیں اور اپنے خیال کے مطابق وہ لوگ ہفتہ کے دن کی بے حرمتی کے ظاہری لیبل سے بھی بچ گئے، مگر حکمِ خداوندی کے ساتھ حیلہ سازی کا جرم کم نہیں ہوا، کیونکہ وہ اس تدبیر کے ذریعہ حکمِ خداوندی سے فرار اختیار کرتے ہوئے اپنے مخصوص معیار اور مقدار کی حامل غرضِ فاسد تک رسائی کے مرتکب قرار پائے تھے، جس کی پاداش میں ان کی شکلیں مسخ ہوگئیں، بندر بنا دیئے گئے اور تاابد ملعون قرار پائے:

''وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ ؕ خُذُوا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ'' (البقرۃ:۶۳-۶۵)

''يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى أَدْبَارِهَآ أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ أَصْحٰبَ السَّبْتِ وَكَانَ أَمْرُ اللهِ

مَفْعُوْلًا ۔'' (النساء:۴۷)

''لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔'' (المائدۃ:۷۸)(۲)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ کسی بھی غلط کاری اور حرام میں مبتلا لوگ اپنی غلط کاریوں سے باز آنے کے لیے جب مرضی کے متبادل کے لیے ضد کریں تو علمی حلقوں کی طرف سے ان کی ضد کو پورا کرنا شرعاً ضروری نہیں، بلکہ وہ ''حوصلہ شکنی'' یا کم از کم ''سلامِ متارکہ'' کے مستحق ہوتے ہیں، اس لیے ہماری ناقص فہم کے مطابق حرام سود کے ترک کے حکم اور دعوتِ اجتناب کے سامنے متبادل کی شرط اور ضد پورا کرنا' علماء دین کے ہاں اہمیت نہیں رکھتا، اس لیے کہ اہلِ علم کے سامنے ''ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰو'' (البقرۃ:۲۷۸) کا واضح حکم موجود ہے، جو یہی بتاتا ہے کہ سود سے اجتناب کے لیے شرطیں لگانا، مہلت مانگنا یا دینا، یا اسے عبوری، وقتی کے عنوان یا سابقہ اقوام کی طرح ناموں کی تبدیلی اور متعین ومخصوص غرض تک پہنچنے کے لیے سودی قرضے کو مختلف مرحلوں میں تقسیم کرکے حیلہ بازی کے ذریعہ دوام وبقا بخشنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس حکم کی رو سے ترکِ ربا کے بعد آپ اپنی معیشت کو محدود وحلال تک محدود رکھیں یا کارِ معاش کو صفر سے شروع کریں، اس حکم کے سامنے تاخیری حربوں کی ذرہ بھر گنجائش نہیں ہے، اسی بنا پر ہم نے عرض کیا کہ یہ سوال علمی حلقوں کی طرف سے غیر حقیقی اور غیر واقعی ہوسکتا ہے۔

ہاں! اگر یہ سوال لاعلم افراد اور عوام کی طرف سے ہو تو انہیں اس سوال میں صائب یا معذور سمجھا جاسکتا ہے اور ان کی فہمائش کے لیے سود جیسے حرام کے متبادل کی راہ نمائی کرنا اور متبادل بتانا (بنانا نہیں) اپنی تفصیلات کے ساتھ علماء کی ذمہ داری اور فرضِ منصبی ہے، ایسے عوام کی راہ نمائی کے لیے اہلِ علم کی طرف سے مستقل بنیادوں پر بارہا راہ نمائی ہوچکی ہے، ہورہی ہے اور ہوتے رہنا چاہیے، اختصار کے ساتھ اس راہ نمائی کے بنیادی اجزاء اور چند واقعات پیشِ خدمت ہیں:

❶: متبادل کی مانگ اور پیشکش سے پہلے نظریاتی طور پر سود کی حرمت، شناعت اور قباحت کے اعتقاد کی دُہرائی اور تجدید فرمائی جائے، ۱۰/ذوالحجہ حجۃ الوداع، ۱۰ھ سے لے کر رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ تک سود کے خاتمے کے لیے جتنے احکامات، اعلانات اور فیصلے ہوئے ہیں، انہیں اعتقاداً درست تسلیم کرکے سودی معاملات سے عملاً لاتعلّقی اختیار کی جائے، کسی قسم کی تاخیر اور مہلت سے کام لیا جائے، نہ ایسا موقع دیا جائے، ایسے اقدامات سے اگر کوئی مسلمان ضرورت اور اضطرار کے دائرہ میں چلا جائے تو شریعت اسے ضرور سہارا دے گی: ''ان الأمر إذا ضاق اتسع، وإذا اتسع ضاق.''(۳)

مگر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ شرط ملحوظ رکھنا ہوگی کہ ضرورت واضطرار والجاء کے قاعدے لے

کہ سرمایہ داروں کے مسائل حل کرنے کی بجائے الجاء واضطرار اور عیش پرستی وزراندوزی کا فرق سامنے رکھنا لازم ہے، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل ارشاد آخر میں آرہا ہے۔

❷:- یہ اعتقاد بھی پختہ کیا جائے کہ جس حکم میں اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا ہے، اسی حکم میں اس کے متبادل (بیع) کی حلت کو بیان فرمایا ہے: ’’وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ‘‘ (البقرۃ: ۲۷۵) (۴) جسے سودی معاملات سے لاتعلقی اور اجتناب کے بنیادی فارمولے کا درجہ حاصل ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ ترکِ رِبا کے لیے نقدی پر اضافی نقدی یا نقدی کے اُدھار پر اجل کے عوض اضافی نقد لینے والے اعمال سے لاتعلق ہو کر نقدی کی بدلے اشیاء کے واسطے سے اضافی رقم لینے کی صورتیں اپنائیں، اس قرآنی اصول کے مطابق بینک جیسے نقدی کے ادارے کو نقدی کی بنیاد پر سودی معاملات سے اجتناب کے لیے اشیاء کے کاروبار کی طرف آنا ہوگا، جیسا کہ بینک کی اسلام کاری کے حوالے سے اپنے آغاز تا ۱۹۹۰ء اسی نقطہ پر متبادل کی تلاش اور بحث جاری رہی اور اسلامی عقود میں سے شرکت ومضاربت کو بینک کے سود کا متبادل ٹھہرایا جاتا رہا۔ یہ نظام نظریاتی کونسل کی فائلوں میں اور ہمارے علماء کے کتب خانوں کے اندر موجود ہے، جو مخلص احباب بینکوں کو سود سے پاک کرنے میں مخلص ہیں وہ بینکوں کو اس مجوزہ نظام پر راضی کرنے کی کوشش کرکے جائزہ لے سکتے ہیں کہ بینک اور بینکار حلال متبادل کے مطالبہ میں کتنے سچے اور مخلص ہیں؟ اور یہ کہ اس نظام کو کیوں قبول نہیں کیا گیا؟ اس نظام کو قبول کرنے سے بینک کی بینکیت پر کیا منفی اثر پڑ رہا تھا؟ اس موقع پر بینکرز کے اعذار کیا تھے؟ ان اعذار میں کیا معقولیت تھی؟ ان نامعقول اعذار کو کیسے اہمیت ملی؟ اور اس اہمیت دلائی کے ذمہ دار کون لوگ ٹھہرے؟ جس سے یہ حقیقی تجارتی متبادل نظام بیعِ مؤجل اور مرابحۂ مؤجلہ میں سمٹ کر بینکوں کے لیے قابلِ قبول بن گیا۔ (۵)

یہاں ان تفصیلات کا فی الحال موقع نہیں ہے، البتہ یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ شرکت ومضاربت پر مبنی متبادل ہمارے اکابر اور نظریاتی کونسل کی جانب سے دیا جاچکا ہے، یہاں اس کی طرف اشارہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ عذر تمام ہوچکا ہے کہ متبادل موجود ہے، بتایا بھی جاچکا ہے، اصل تنازع متبادل کا نہیں، متبادل پر عمل درآمد اور بینک کی بینکیت (سود پر مبنی معاملات) کے قیام وبقا کا ہے۔ بااقتدار قوتیں اور بااختیار حلقے ایسے حقیقی متبادل کے نفاذ اور بینک اپنی روح سے محروم ہونے پر سمجھوتے کے لیے تیار نہیں ہوتے، چنانچہ تجارت پر مبنی بینکاری میں نفع ونقصان کی بنیاد پر اشیاء کے کاروبار کا خطرہ (Risk) مول لینے کی بجائے بینک کی روح کے مطابق یعنی اصل رقم کی حفاظت اور مخصوص نفع کی یقین دہانی پر مبنی معاملات ہی کو برقرار رکھ سکتے ہیں، اسی لیے اپنی روح کشی کے لیے نہ کوئی بینک تیار ہوتا ہے، نہ ہی ام البنوک (Mother of Bank) اس کی اجازت دینے پر رضامند ہوسکتی ہے، یہاں تک کہ امتناعِ رِبا کے حالیہ سقیم فیصلے کو قبول کرنے کی گنجائش بھی وہ نہیں دے

رہی اور اس (اسٹیٹ بینک) نے اس فیصلے کے خلاف نظرِ ثانی کی اپیل دائر کر رکھی ہے۔

❸: جب یہ طے شدہ امر ہے کہ بینک صرف نقدی کے لین دین کا ادارہ ہے، وہ قانوناً اشیاء کے کاروبار میں حصہ نہیں لے سکتا، اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے بینک کے سود کے متبادل کا مطالبہ اگر واقعۃً حقیقت پر مبنی ہو تو ایسے مخلص طلب گاروں کا پہلا امتحان یہ ہوگا کہ وہ کم از کم سودی بینک کو اس کے پیداواری فارمولے (M=M) (المال يلد المال) سے باہر لائیں اور عام مارکیٹ (M-R-L-C=M) کے (۶) فارمولے پر عملی تجارت کی طرف بڑھائیں، لیکن اگر بینکار حضرات بینک کے سود کو ترک کرنے کے لیے بینکنگ مارکیٹ کے پیداواری فارمولے کے مطابق ہی نفع اندوزی کے لیے بضد رہیں اور عام تجارتی مارکیٹ کے تجارتی فارمولے کی طرف آنے سے بھی گریزاں رہیں اور اہلِ علم سے اپنے بینکاری فارمولے کے مطابق ان کی نفع اندوزی کو حلال بنانے پر مُصر ہوں اور راس کے بغیر بینک کے سود سے باز آنے کے لیے تیار نہ ہوں تو یہ ان کی ہٹ دھرمی کہلائے گی اور اگر اہلِ علم ان کے اس بے جا اصرار کی پرواہ یا ان کے منشا کے مطابق ان کی خدمت کے لیے آمادۂ پیکار ہوں گے تو ایسے حضرات خود بڑی غلطی کا شکار ٹھہریں گے، کیوں کہ بینک کے پیداواری فارمولے (M=M) کے مطابق اسلامی عقود میں سے کوئی بھی عقد اس پیداواری عمل کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا، البتہ بیع صرف (نقدی کے باہمی لین دین) کے تحت یہ عمل آسکتا ہے، اس میں ہم جنس کے اندر ''تفاضل'' اور غیر جنس کے تبادلے میں ''اجل'' کی وجہ سے رِبا پھر بھی برقرار رہے گا، جس سے احتیاط کرنا ناگزیر ہوگا۔ (۷) یاد رہے کہ جب بینکوں کے معاملات نقدی کے لین دین کے عقود ہیں تو اس میں صرف ''اجل'' کا لفظ ہی بینکوں کے کاروبار کو سودی بنانے میں کافی رہے گا، جیسے سودی قرضے کو بیع مؤجل یا مرابحۂ مؤجلہ کہا جائے تو نقدی کے ادارے کی طرف سے ایسے معاملات کو ''ربا نسیئہ'' کے عنوان تلے رکھنے کے لیے کافی ہوگا، لقولهم: '' لأنها (بيوع الآجال) أكثر معاملات أهل الربا''۔ (۸) اسی وجہ سے بینک کے سود کے متبادل کے طور پر ہمیشہ سے شرکت ومضاربت پر زور دیا جاتا رہا ہے۔ ''بیع مؤجل یا مرابحۂ مؤجلہ'' جیسے عقود کو بینکوں کی مال کاری کے لیے استعمال کرتے ہوئے ماضی میں خطرناک حیلہ، سود کا چور دروازہ اور روایتی سودی معاملات کو جوں کا توں برقرار رکھنے، جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے تھے، اور یہ ڈر محسوس کیا جاتا تھا کہ خدانخواستہ بیع مؤجل اور مرابحہ مؤجلہ جیسے خطرناک حیلوں کو اختیار کرنے کی وجہ سے ہم کہیں اقوامِ سابقہ کی خوئے بد کے مرتکب نہ ٹھہریں، ولا سمح اللہ۔ (۹)

❹:- اگر بینکار حضرات بینک کے سود کے متبادل کے لیے صدقِ دل سے خواہاں ہیں اور وہ مغربی سرمایہ داری کے شکنجوں میں جکڑے ہوئے بینک کے تصور اور عمل سے باہر آنا چاہتے ہیں تو اس یقین کے ساتھ

آسکتے ہیں کہ مغربی بینکاری نظام سے باہر رہ کر بھی سرمایہ کاری ہوسکتی ہے، یہ ناممکن نہیں ہے، جیسا کہ دنیا کے بعض ممالک میں ورلڈ بینک اور اسٹیٹ بینک کے سودآمیز ضوابط سے قدرے آزادی کے ماحول میں مرچنٹ بینکنگ اور مائیکرو فائنانس کے نام سے جو آزاد سیکٹر میں سرمایہ کاری ہورہی ہے، ہمارے یہ حضرات اس نظام کی جزئیات اور تطبیقات سے متعلق سوالات لے کر علماءِ دین کے سامنے پیش کریں، ان تجارتی شکلوں کی ضروری اصلاحات وترمیمات کے بعد بینک کے سود اور بینکنگ کے انٹرنیشنل نیٹ ورک سے وابستگی کی وجہ سے درپیش مشکلات کا عذر بھی ختم ہوسکتا ہے، اور انہیں ''سرمایہ دارانہ بینکاری'' سے ''سرمایہ کارانہ بینکاری'' کا قابلِ مشق آئیڈیا میسر آسکتا ہے۔ (۱۰)

مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ فی زمانہ بینکوں کے جواز وعدمِ جواز کی بحث میں متبادل کا سوال کئی وجوہ سے بے معنی ہے:

(الف): یہ سوال عموماً دینی امر کی راہ نمائی کی بجائے تحکُّم وتعجیز کے نقطۂ نظر سے کیا جاتا ہے۔

(ب): سوال ''متبادل'' کا نہیں ''مرضی کے متبادل'' کا کیا جاتا ہے، مرض کا متبادل مانگنا یا فراہم کرنا یہ اقوامِ سابقہ کا قابلِ احتراز عمل ہے۔

(ج): متبادل کا سوال عمل کی بجائے دفع العمل کے لیے کیا جاتا ہے جو دینی واخلاقی اعتبار سے کمزور بات ہے۔

(د): علماء سے سوال ''متبادل'' بتانے کا نہیں ''بنانے'' کا کیا جاتا ہے، جیسے بینک کے سودی قرضے کو حلال بتانے یا بنانے کے لیے ''مرابحہ'' کا عنوان استعمال ہوا، پھر بینک اور قرض خواہ کے درمیان قرضے کے معاملے سے سود کا لیبل سرکانے کے لیے اس کے مختلف حصے بخیے کیے گئے اور اسے ''مرابحہ مؤجلہ للآمر بالشراء'' کا نام دیا گیا اور صریح اشکالات کو ٹالنے کے لیے پانچ مراحل میں تقسیم کیا گیا اور نتیجہ کے طور پر اس عمل کے ذریعہ سودی قرضے کے روایتی مقاصد کی طرف سودی قرضے کے جملہ لوازم ومعیارات کی رعایت کے ساتھ رسائی حاصل کی گئی اور اسے اسلامی بینکنگ (Islamic Banking) کا نام دیا گیا۔ ہم اپنی دیانتدارانہ رائے میں اس عمل کو شریعت کے موافق سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اسی وجہ سے اس طرح کے ماحول میں اس قسم کے متبادل کے سوال کو وقعت کی نگاہ سے دیکھنے کی ہمت بھی نہیں کر پاتے، جبکہ تجارتی راستے سے حقیقی متبادل بینکرز کے لیے قابلِ قبول نہیں۔

اگر اس قسم کے فرمائشی متبادل مہیا کرنے کے لیے جرأت کر لی جائے تو یہ بڑا مشکل ترین کام ہوگا، یہ بالکل ایسا ہی ہوگا کہ چور یہ کہے کہ میں چوری سے باز نہیں آسکتا، میرا تجربہ یہی ہے، پس مجھ سے چوری چھڑانے

کی بجائے میرے چوری کے عمل کو جائز بنا کر دے دیا جائے، اور ایسا متبادل مجھے دیا جائے کہ میرے سارقانہ عمل سے سرقہ کا لیبل ہٹ جائے، میرے ذریعۂ آمدن کا نام ''غیر سرقہ''، ''بلاسرقہ'' یا ''چوری فری'' پڑ جائے اور عوام میرے ذریعۂ آمدن کو چوری کے لفظ کی وجہ سے نفرت کی بجائے رغبت سے دیکھنے لگ جائیں۔ اگر کوئی طبقہ اس مطالبہ کو جائز تسلیم کرتے ہوئے فقہی ابواب میں سے ''کتاب السرقۃ'' کے ایسے جزئیات لے کر حل بتانے لگ جائے جو فنی باریکیوں کی وجہ سے ''حدِ سرقہ'' سے خارج شمار ہوتے ہوں، مثلاً: چور گھر میں جائے، وہاں سے قیمتی چیز اُٹھا کر باہر پھینک دے اور باہر سے دوسرا چور اُٹھا کر لے جائے، اگر یہ دونوں پکڑے جائیں تو ان کے عمل پر چوری کا فقہی اطلاق نہ ہونے کی وجہ سے حدِ سرقہ سے مستثنیٰ قرار پائیں گے، (۱۱) اب کیا اس فقہی تکییف کو ''بلا چوری مال کاری'' (Robbery Free Finance) کا عنوان دیا جا سکتا ہے؟ کیا اس فقہی تخریج سے وجود پذیر ہونے والا نظام ''بلا چوری اسلامی نظام'' (Islamic Robbery Free System) کہلا سکتا ہے؟ ہمیں یقین ہے کہ اس طرح کے مطالبے پورا کرنے کے لیے بظاہر اس محفوظ شریعت میں ایسا مرضی کا راستہ نہیں مل سکے گا اور اس طرح کی خدمات سے وجود میں آنے والے نظام کو ''اسلامی'' نہیں کہا جا سکتا۔

## بینک کے سود کا خاتمہ:

اس سوال کا جواب کافی حد تک پہلے سوال کے ضمن میں آچکا ہے، یہاں چند باتیں منقح رکھی جائیں:

①: بینک سے سود کے خاتمہ کے لیے متبادل کی بحث میں جو کچھ عرض کیا گیا، اس کا حاصل یہ ہے کہ بینک کا ادارہ نقدی کے کاروبار کی بجائے اشیاء کے حقیقی کاروبار کا ادارہ بن جائے، جیسے دنیا بھر میں بڑی بڑی تجارتی فرمیں، شورومز، بلڈرز اور بڑے بڑے سٹورز وغیرہ مصروفِ عمل ہیں، اگر بینک اپنی وضع اور بینکاری کے عالمی قوانین کی جکڑن کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا تو وہ کم از کم سودی قرضہ جات اور سودی کھاتے (Saving) سے بالکلیہ دست بردار ہو جائے، کیونکہ بینک کے کاموں میں یہی دو بنیادی کام ہیں جو سب سے زیادہ محلِ نظر ہیں، اگر بینک کا ادارہ اس بنیادی کام سے دست بردار نہیں ہوتا تو بینک سے سود کے خاتمے کی صورت سامنے نہیں آسکتی۔

②: اگر سود کے خاتمے کا سوال بینک کے سود تک محدود نہ سمجھا جائے، بلکہ اس کا مقصد اسلامی معاشرت سے سود کے خاتمے کا ہو تو یہ عمل نسبۃً آسان ہے، وہ صرف مؤثر تبلیغی اور تربیتی عمل کے ذریعہ بھی ممکن بنایا جا سکتا ہے، وہ اس طرح کہ ہمارے ملک کی نصف سے زیادہ معیشت غیر دستاویزی (Undocumented) ہے، معاش کے اس فریق سے وابستہ مسلمانوں کو تبلیغ، تلقین اور تربیت کے ذریعہ سودی معاملات سے اجتناب

کا درس دیا جائے، یہ کام ہر مسجد کا عالمِ دین انجام دے سکتا ہے، بلکہ ہر امام مسجد کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اسلامی معاشرے میں سودخوری کی خرابیوں اور اس سے دوری کو اپنے خطبات اور دروس کا موضوع بنائے اور لوگوں کو یہ بھی سمجھائے کہ سود صرف بینک تک محدود نہیں ہے، آپ کے مختلف معاملات میں سودی آمیزے کی مختلف شکلیں ہیں، ان سے اجتناب کیا جائے، اس اصلاحی عمل کی افادیت اور تاثیر کے لیے علماء دین کو اپنے اپنے مراکز میں رہ کر کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر ہم اس عمل میں کامیاب ہوجائیں گے تو ہماری آدھی معیشت خودبخود ''رِبا فری'' ہوجائے گی اور بقیہ آدھی کے لیے علماء دین، آئین ساز وآئین گو اداروں کا باہمی علمی، انتظامی اور سیاسی رابطہ اور تعاون ضروری ہوگا، صرف چند تحریرات، تخطیطات اور چند اداروں کے ساتھ انتظامی وانتفاعی اشتراک کافی نہیں ہوگا۔

③: پاکستان میں معیشت کی اسلام کاری کے لیے بینکوں کے سود میں اُلجھے رہنے کی بجائے یہ دیکھا اور سمجھا جائے کہ پاکستان کے معاشی وسائل میں سب سے اہم عنصر کون سا ہے جس کی اصلاحات سے معیشت کا بہت بڑا حصہ درست ہوسکتا ہے؟ اس سوال کے جواب سے پہلے یہ امور منقح رکھے جائیں کہ:

(الف): بینک معاشی نظام کا آلہ کار ضرور ہے مگر مدار نہیں ہے، یہ معیشت کے وسیلے (زر) کے لین دین کا ادارہ ہے، جب کہ سامانِ معاش نقدی کے علاوہ ہی ہوتا ہے، صرف زر کو وسیلۂ معاش اور سامانِ معاش سمجھنا، یہ خالص مغربی نظریہ ہے، جسے مصر میں ''المال یلد المال'' کے عربی ترجمہ اور عنوان سے نوازا گیا تھا۔

(ب) پاکستان ایک ممتاز زرعی ملک ہے، یہاں اسلامی اصولوں پر معیشت کی اصلاح کا عمل پاکستان کے اس سب سے بڑے ذریعۂ معاش ''زراعت'' کی اصلاحات سے کیا جانا مناسب ہوگا، جس سے متعلق 1969ء-1970ء میں ہمارے اکابر نے زرعی اصلاحات کا ایک مرتب خاکہ پیش فرمادیا تھا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اگر زرعی اصلاحات سے اسلامی معیشت کے قیام ونفاذ کا عمل شروع کیا گیا تو یہ زیادہ مفید، بارآور اور نتیجہ خیز ثابت ہوسکے گا، اس کے برعکس اگر ہم صرف بینکاری اصلاحات سے ہی بات شروع کریں گے تو یہ شبہات جنم لے سکتے ہیں کہ کہیں خدانخواستہ ہم پاکستان میں حقیقی اسلامی معیشت کی اصلاح کی بجائے مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے فکری سانچوں میں ڈھلی ہوئی معیشت ہی کو اسلامی معیشت کہلوانے کی خدمت کے خواست گار تو نہیں!!! الغرض معیشت کے دیگر بنیادی عناصر کو محورِ اصلاح بنائیں گے تو عین ممکن ہے کہ سود کے خاتمے کے لیے مزید مناسب شکلیں رونما ہوسکیں۔

④: ماضی کے تجربات یہ بتاتے ہیں کہ بینکوں سے سود کے خاتمے کا خواب اس وقت چکنا چور ہونا شروع ہوجاتا تھا، جب ہم بینک کی اصلاحی مجالس میں بینکنگ کونسل کے نمائندوں کے دفاعی اعذار کو قبول کر لیتے

تھے اور بینکوں کی نفع اندوزی کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے ان کی نامناسب تجاویز کو بھی مان لیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے سود مختلف شکلوں اور ناموں کے ساتھ زندہ رہ جاتا تھا جو اَب تک باقی ہے، اور ہمارے لیے باہمی اُلجھنوں کا باعث ہے۔ (۱۲)

اب سود اور اس کی جملہ مختلف فیہ شکلوں کے خاتمے کے لیے ضروری ہوگا کہ علماء میں سے کوئی بھی سودی معاملات والے اداروں کی پُشتہ بندی، پشت بانی اور پشت پناہی کے لیے اپنی خدمات انجام نہ دے، ورنہ بینکاروں کے قصور اور ہر طرح کے دفاع کے ہم ہی ذمہ دار ٹھہریں گے، پس اگر ہم اپنے اصل کام حلال وحرام کی بے لوث راہ نمائی کی ذمہ داری تک محدود ہو گئے تو ہمارے بینکرز ایسے ہی بے سہارا ہو جائیں گے جیسے ۱۹۹۰ء سے قبل تھے، پھر یا تو وہ ہمارے سہارے کے لیے ہماری ترجیحات وترمیمات کو فوقیت دینے پر رضا مند ہو جائیں گے یا کم از کم اپنے معاملات کو مغربی بینکاری کی ترجیحات کے مطابق برقرار رکھنے میں ہمارا کندھا استعمال نہیں کر سکیں گے، حضرت علامہ کشمیریؒ کے بقول: ہمارا کام ہے مسئلہ کشف کرنا، باقی بینکرز نے جہاں جانا ہے خود ہی جائیں، ہمارا کندھا استعمال نہ کریں۔ (۱۳)

## بینک اور عوام

رہا یہ خیال کہ بینک کے بغیر عوام کا گزارہ نہیں ہوسکتا، بینک مجبوری ہے، بینک ضروری ہے، وغیرہ وغیرہ، یہ بات کسی حد تک معقول بھی ہے اور انتہائی نامعقول بھی ہے۔

اس بات کی معقولیت یا نامعقولیت سمجھنے کے لیے دو باتوں کا مدِنظر رکھنا ضروری ہے، ایک یہ کہ بینک کے کام کیا کیا ہیں؟ دوسرا یہ کہ بینک کس کام میں کس کی ضرورت ہے؟

محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم نے مروجہ اسلامی بینکاری کا تعارف کراتے ہوئے ایک فہرست ذکر کی ہے، جس کے مطابق بینک کے بنیادی کام یہ ہیں:

۱: محفوظ کھاتہ داری (ڈپازٹ رکھنا)۔ ۲: جمع شدہ رقوم قرضوں پر دے کر نفع اندوزی کرنا۔
۳: ہنڈی بُھنانا (ڈسکاؤنٹنگ)۔ ۴: کمبیالہ (بل آف ایکسچینج)۔
۵: ایل سی (لیٹر آف کریڈٹ) کھولنا۔ ۶: تحویلِ قروض (لیکویڈیٹی)۔
۷: اسلامی بینکوں کے لیے معاییر کی تیاری۔ ۸: سیف ڈپازٹ (لاکر برائے قیمتی اشیاء)۔
۹: اعمال السمسرہ (رابطہ کار ایجنسی کا کام)۔ ۱۰: اصل بینکیت: سرمایہ کے ذریعے سرمایہ کھینچنا۔
۱۱: Negotiable Instruments (قابلِ بیع وشراء دستاویزات جاری کرنا)۔
۱۲: ترسیلِ زر کی سہولت۔ ۱۳: تجارتی وصنعتی منصوبوں میں سرمایہ کاری۔ (۱۴)

اس فہرست میں ذکر کردہ امور میں سے تجارتی وصنعتی منصوبوں میں سرمایہ کاری کا ذکر بھی ہے، آیا یہ واقعۃً ایسا ہوتا ہے یا سرمایہ کار کی سرمایہ کاری کو اپنی فراہم کردہ رقم کی پاداش میں بینک کی تجارت وصنعت سمجھ لیا جاتا ہے، جو محض سمجھ کا فرق یا سمجھ کی غلطی ہے، اسی طرح اسلامی بینکوں کے لیے معایر کی تیاری کا عمل بھی قابلِ غور ہے، جس کی تیاری کے لیے آئی-یو-فی کے نام سے الگ ادارہ قائم ہے، البتہ اسٹیٹ بینک اس کی منظوری اور اگلے مراحل کی نگرانی کی خدمت انجام دیتا ہے، پس ان دو باتوں سے ہٹ کر جب آپ یہ کہتے اور سنتے ہیں کہ بینک معاشرے کا ایک ضروری ادارہ ہے، تو اس میں یہ دیکھا جانا چاہیے کہ ان مذکورہ کاموں میں سے وہ کون سا کام اور کس فرد یا طبقے کے حق میں مجبوری یا ضرورت ہے؟ مثلاً کرنٹ اکاؤنٹ اپنی تفصیل کے ساتھ ہر مالدار شہری کی ضرورت ہے، مگر بچت کھاتہ کسی بھی مسلمان کی ضرورت شمار نہیں ہوسکتا، اسی طرح تھوڑی یا زیادہ رقم کی ترسیل کئی افراد اور بعض یا تمام اداروں کی ضرورت ہوسکتی ہے، لیکن سودی قرضے کو کس کی ضرورت کہیں گے؟ اور کس کی نہیں؟ اس کی حقیقت پر مبنی تنقیح لازمی ہے۔

پھر یہ کہ سودی قرضہ پیداواری قرضہ ہے یا صرفی اضطراری قرضہ ہے؟ ایسے کئی سوالات کے بعد بڑی مشکل سے سودی قرضے کی جہت متعین ہوتی ہے، بالعموم ایسے قرضے بڑے تجار اور تجارتی ادارے ہی لیتے ہیں جو فروغِ تجارت، زراندوزی، عیش کوشی یا زیادہ سے زیادہ کمائی کے لیے قرضے لیتے ہیں یا معیارِ زندگی کی مصنوعی بلندی کے لیے لیتے ہیں، ایسے قرضوں کو مزاجِ شریعت سے ہم آہنگ نہیں کہا جاسکتا، حضور ﷺ نے بلاضرورت تسلُّط آمیز قرضوں کے لین دین سے پناہ مانگی ہے: ''......وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ، الخ.''(۱۵)

اس لیے اگر ہم ایسے لوگوں کے حق میں سودی قرضوں کو ضرورت کہہ کر جائز کہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلامی معاشرے میں سودی قرضوں کا کاروبار ضروری ہے اور جو ادارے یہ خدمت انجام دیتے ہیں، گویا ان کے ہاں نظریۂ ضرورت کے تحت ان معاملات کا وجود قابلِ تسلیم ہے۔ اس بنیاد پر اگر کوئی بینکوں کو ضرورت کہنے کے نتیجے میں اس کے بنیادی عنصر سودی قرضوں کو ضروری سمجھتا اور باور کراتا ہو تو ہم اس کے نظریے سے کسی طور پر بھی اتفاق نہیں کرسکتے اور ہم غیر اضطراری سودی قرضوں کے اجراء اور سیونگ اکاؤنٹ کے لیے بینک کو فقہی اعتبار سے ضرورت ماننے کو جرمِ عظیم سمجھتے ہیں۔

البتہ رقم کے تحفظ، کرنٹ اکاؤنٹ، ترسیلِ زر، ایل-سی وغیرہ کے ضرورت مند افراد کے حق میں متعلقہ تفصیلات کے ساتھ آپ کسی حد تک مجبوری کہہ سکتے ہیں، لیکن مجبوری کی ان مخصوص صورتوں کی آڑ میں پورے بینک بلکہ اس کے بنیادی کام ''سودی قرضہ'' کو حلال قرار دینے کا مطالبہ کرنا، ہمارے

نزدیک ناجائز عمل ہے، ہم اسے مجبوری اور عوام کے لیے ناگزیر ہرگز نہیں مانتے۔

چنانچہ جو احباب بینک کو مجبوری کہتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ بینک کے کاموں میں سے مجبوری والے اور محض نفع اندوزی والے کاموں کو الگ رکھ کر بات کریں، نیز جو حضرات بینک کے سودی کھاتے اور قرضوں کو ضرورت اور مجبوری سمجھتے ہیں، اگر ان کے ارشادات کو الگ ترازو میں رکھ کر تولا جائے تو اُمید ہے کہ بینک کے ضروری یا غیر ضروری ہونے کا سوال نہیں بچے گا، یہ واضح سی حقیقت ہے، مگر نہ جانے ہمارے بعض سمجھ دار عوام وخواص اس تفریق اور تنقیح کے بغیر یہ سوال کیوں لے کر آجاتے ہیں کہ بینک ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔

البتہ اس سلسلے میں عوام کو معذور قرار دیا جاسکتا ہے، کیوں کہ اس وقت دنیا میں مغربی معاشی نظام کو مضبوط گرفت اور بالا دستی حاصل ہے، سرمایہ کاری کے سارے راستوں اور چوراہوں پر اسی نظام کے ناکے ہیں، اس نظام کے اثرات ہر دل ودماغ اور اعصاب وزبان پر حاوی ہیں، ہم نے عملاً ان کے نظام کی بالا دستی قبول کررکھی ہے، اس نظام کی نقالی اور پیروی ہمارا شعار بنی ہوئی ہے، اس نظام کے ساتھ تقریبی تعلق اور علمی آہنگی کا نظریہ مسلسل دعوتی واصلاحی کوششوں کے باوجود ۱۸۸۰ء سے ۲۰۲۲ء تک خوب توانا ہوچکا ہے، ہم بسا اوقات بے خبری یا جدت پسندی میں ان کے کام کو اپنا کام سمجھ بیٹھتے ہیں اور ان کی اصطلاحات تک کو بلا تدبّر انہی کے مفاہیم کے مطابق استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہمارے عوام اگر ایسے ماحول کے اثرات کا شکار ہوکر اس طرح کے سوالات کریں تو انہیں معذور کہنا بجا ہے، اس کی ایک انتہائی خطرناک مثال ''ضرورت'' کی اصطلاح بھی ہے، ایک طرف مغرب کا نظریۂ ضرورت ہے اور دوسری طرف اسلامی شریعت کا ''درجۂ ضرورت'' ہے، ہم لفظِ ضرورت کے اشتراک سے دونوں کو ایک سمجھ کر مغرب کا سفر شروع کردیتے ہیں، حالاں کہ دونوں نظریات میں جس قدر لفظی قرب ہے، اس سے بدرجہا معنوی بُعد بھی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مغرب کا نظریۂ ضرورت محض نفسانی خواہشات کی تکمیل کا نام ہے، جب کہ اسلام کا نظریۂ ضرورت ''ضرر'' سے ماخوذ ہے، یعنی ایسی مجبوری کا پیش آجانا کہ اس مجبوری میں اگر ممنوع کا استعمال نہ کیا تو آپ کو دین، عقل، مال، نفس یا کسی عضو سے محروم ہونے کا نقصان وضرر لاحق ہوسکتا ہو۔ (۱۶)

ہمارے جو احباب بینک کو ضرورت کہتے ہیں وہ ان دونوں نظریات میں خلط کی وجہ سے سب کے لیے ضرورت قرار دیتے ہیں، اور عوام اس غلطی کی تمیز سے عجز کی بنیاد پر بینک کو ایسی کلّی ضرورت سمجھ بیٹھتے ہیں کہ بینک کے سودی قرضے اور سیونگ اکاؤنٹ بھی گویا شرعی ضرورت ہیں اور انہیں اسلامی نظریۂ ضرورت کے تحت حلال ہونا چاہیے، لا حول ولا قوة إلا بالله العليّ العظيم.

## حاصلِ مُرام

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں، توحید، رسالت، قبر اور قیامت پر ہمارا ایمان ہے، پھر پاکستان اور کئی اسلامی ممالک کے سرکاری وسائل امت مسلمہ کے پاس موجود ہیں، اس کے باوجود سودی معاملات سے اجتناب کرنے کی بجائے مختلف بہانے کرنا، مرضی کے متبادل کے مطالبے کرنا، سود کے حقیقی متبادل کو نظر انداز کرنا اور سودی معاملات کو جوں کا توں برقرار رکھتے ہوئے اس کو حلال قرار دینے پر مصر رہنا ہمارے معاشرے میں کیسے اثر ونفوذ پا گیا؟ یہ سوالات ومطالبات کس تمدن کی پیداوار ہیں؟ یہاں اصل اشکال کیا ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ اسلامی اصول کا اصل سرچشمہ کیا ہے؟ ہمیں جدید مسائل کے نام پر فقہی تطبیق وتکییف میں غلطیاں کہاں اور کیسے لگیں؟ اس کی طرف آج سے تقریباً ۶۰ ؍ برس قبل اس نوعیت کے سوالات اور مسائل کے حل کے لیے بنیادی اصولوں کی رہنمائی کرتے ہوئے حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی تھی:

''نہم: جدید تمدن کی بدولت غیر اسلامی ممالک میں بیشتر ایسے قوانین رائج ہیں جو روحِ اسلام کے منافی اور قطعیاتِ اسلامیہ سے ٹکراتے ہیں، انہیں ''اضطرار'' کے بہانے سے اسلامی معاشرے میں جوں کا توں فٹ نہ کیا جائے، بلکہ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے اسلام میں اس کا جو ''بدل'' موجود ہے اسے اختیار کیا جائے، مثلاً ''بینک کا سود''، ''بیمہ'' اور ''کمیشن ایجنسی'' کا مسئلہ ہے کہ اسلام میں اس کا بدل ''شرکت''، ''قراض'' اور ''کفالت'' وغیرہ کی صورت میں موجود ہے، جس کے ہوتے ہوئے ان حرام امور کے ارتکاب کی ضرورت نہیں رہتی۔

اشکال کی جڑ (بنیاد) یہ ہے کہ ہم غیر اسلامی قوانین کو ان میں رتی بھر تبدیلی کیے بغیر اسلامی اصول پر منطبق کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور جب وہ فٹ نہیں ہوتے تو گمان کر لیا جاتا ہے کہ اسلام معاذ اللہ جدید دور کے ساتھ قدم ملا کر چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

یہ یاد رہے! کہ اصولِ اسلامیہ کا سرچشمہ ذاتِ خداوندی ہے، جس کا علم صحیح قیامت تک کے حوادث کو محیط ہے اور جس کی قدرتِ ازلیہ کاملہ کسی چیز سے عاجز نہیں، کیونکہ یہ شریعت اس ذات کی طرف سے آئی ہے جو علیم وخبیر بھی ہے اور ہر چیز پر قادر بھی۔

دہم: الجاء واضطرار کے درمیان اور عیش پرستی، زر اندوزی اور امیر سے امیر تر بننے کی حرص کے درمیان جو نمایاں فرق ہے اسے ملحوظ رکھنا چاہیے، ایک بھوکا ننگا فاقہ کش ہے، جسے قوت لایموت بھی میسر نہیں اور ایک وہ امیر کبیر ہے جس کا گھر طرح طرح کے اسبابِ تنعُّم سے پٹا پڑا ہے، مگر

اس کی حرص کی جہنم کو صبر نہیں، یہ کتنا بڑا ظلم ہوگا کہ دونوں کا حکم یکساں قرار دیا جائے، پہلی صورت اضطرار کی ہے (جس میں سدِرمق تک مردار کھانے کی بھی اجازت ہے) اور دوسری اسراف وتبذیر کی، (جس کے لیے مجبوری کا بہانہ مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے) اور کم فہمی (اسی طرح کے) مضحکہ خیز لطیفوں بلکہ ماتم انگیز حادثوں کو جنم دیا کرتی ہے، حق تعالیٰ رحم فرمائے اس پر جو انصاف سے کام لے۔‘‘(۱۷)

# حواشی وحوالہ جات

۱:۔’’ائت بكتاب آخر نقرؤه ليس فيه ما نستبعده من البعث وتوابعه أو ما نكرهه من ذم آلهتنا والوعيد على عبادتها أو بدله بأن تجعل مكان الآية المشتملة على ذلك آية أخرى.‘‘(الآلوسی،محمود بن عبد اللہ، شہاب الدین، (۱۲۷۰ھ)، روح المعانی، سورۃ یونس، ج:۶،ص:۷۹، ط: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۲ھ)

۲:۔’’وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ‘‘ وذلك أنهم كانوا من داود عليه السلام بأرض يقال لها أيلة حرم الله عليهم صيد السمك يوم السبت، فكان إذا دخل يوم السبت لم يبق حوت في البحر إلا اجتمع هناك حتى يخرجن خراطيمهن من الماء لأمنها، فإذا مضى السبت تفرقن ولزمن البحر فذلك قوله تعالى: ’’إِذْ تَأْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَأْتِيْهِمْ‘‘ فعمد رجال فحفروا الحياض حول البحر وشرعوا منه إليها الأنهار، فإذا كانت عشية الجمعة فتحوا تلك الأنهار، فأقبل الموج بالحيتان إلى الحياض، فلا تطيق الخروج لبعد عمقها وقلة الماء فإذا كان يوم الأحد أخذوها، وقيل: كانوا ينصبون الحبائل والشّصوص يوم الجمعة ويخرجونها يوم الأحد، ففعلوا ذلك زمانا، فكثرت أموالهم ولم تنزل عليهم عقوبة، فقست قلوبهم وأصرّوا على الذّنب، وقالوا: ما نرى السّبت إلّا قد أحلّ لنا.‘‘(الثعلبی، احمد بن محمد بن ابراہیم، ابواسحاق (ت:۴۲۷ھ)، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، (۱/۲۱۲) دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ)

۳:۔ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد (ت:۹۷۰ھ)، الأشباه والنظائر، ص:۷۲، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۴:۔’’فرد الله تعالى عليهم وأبان قياسهم الفاسد بقوله الحق: {وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا} أي أن البيع لا يكون إلا لحاجة وهو معاوضة لا غبن فيه، والربا محض استغلال لحاجة المضطر، وليس له مقابل ولا عوض، فقياسهم فاسد، فمن يشتري شيئا من الطعام و يدفع ثمنه في الحال، هو محتاج إليه في الأكل أو البذر أو أي انتفاع يصون به حياته وجسده، أما من يرابي، فلا يعقد عقد معاوضة، وإنما يأخذ الزيادة عن أصل الدين وقت حلول أجل الوفاء بدون مقابلة شيء، بل إن المصارف اليوم تشبه في عملها أفعال الجاهلية بتجميع الفوائد المتراكمة أو المركبة، وأخذ الفائدة وفائدة الفائدة مع مرور السنوات، فصار حملة أسهم المصرف يأكلون الربا أضعافا مضاعفة، وأخذ هذه الزيادة وتوابعها ظلم موجب للإثم والمعصية الكبيرة.‘‘(الزحیلی، وہبۃ بن مصطفیٰ، التفسیر المنیر، ج:۳،ص:۸۷، ط: دار الفکر، دمشق، ۱۴۱۱ھ)

۵:۔دیکھیں: ’’بلاسود بینکاری‘‘احسن الفتاویٰ، ج:۷،ص:۱۱۴-۱۱۵،ط:ایچ-ایم-سعید، کراچی، ۱۴۲۵ھ

۶:۔دیکھیں: دروسِ سرمایہ داری-ایک تعارف، جاوید اکبر انصاری و دیگر مؤلفین، الغزالی پبلشرز، کراچی، ۲۰۲۱ء

۷:۔’’(وإذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم إليه: حل التفاضل والنساء) لعدم العلة المحرمة، والأصل فيه الإباحة، (وإذا وجدا: حرم التفاضل والنساء) لوجود العلة، (وإذا وجد أحدهما، وعدم الآخر: حل التفاضل وحرم النساء)، مثل أن يسلم هروياً في هروي أو حنطة في شعير، فحرمة ربا الفضل بالوصفين وحرمة النساء بأحدهما.‘‘ (المرغینانی، علی بن أبی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی، ابو الحسن برہان الدین (ت: ۵۹۳ھ)، الہدایۃ، ج:۴، ص:۵۳۵، ط: دار السراج، المدینۃ المنورۃ، ۱۴۴۰ھ)

۸:۔’’تنبيه: قال اللخمي اختلف في وجه المنع في بيوع الآجال قال أبو الفرج؛ لأنها أكثر معاملات أهل الربا. وقال ابن مسلمة، بل سدا لذرائع الربا فعلى الأول من علم من عادته تعمد الفساد حمل عقده عليه وإلا أمضي فإن اختلف العادة منع الجميع وإن كان من أهل الدين والفضل.‘‘(القرافی، شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبد الرحمٰن المالکی (ت: ۶۸۴ھ)، ج:۳،ص:۱۰۵۶، ط: دار السلام، القاہرۃ، ۱۴۲۱ھ)

۹:۔عثمانی، محمد تقی، فقہی مقالات، ج:۲،ص: ۲۵۳-۲۵۴، بحوالہ خاتمۂ سود پر اسلامی نظریاتی کونسل کی اردو رپورٹ، صفحہ:۱۳، ط: میمن اسلامک پبلشرز، ۲۰۱۵ھ

۱۰:۔اس کے لیے ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کی تجاویز کے لیے دیکھیں: اسلامی بینکاری-ایک تعارف، ۱۷۴-۱۸۴، زوار اکیڈمی، ۲۰۱۳ء

۱۱:۔’’وإذا نقب اللص البيت فدخل فأخذ المال وناوله آخر خارج البيت فلا قطع عليهما.‘‘(مختصر القدوری، (ص:۲۰۲)، ط: دار الکتب العلمیۃ)

’’وإذا نقب اللص البيت فدخل وأخذ المال وناوله آخر خارج البيت فلا قطع عليهما.‘‘ (الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، ج:۲،ص:۳۶۸، ط: دار احیاء التراث العربی-بیروت-لبنان)

۱۲:۔اس کی تفصیلی روئیداد کے لیے دیکھیں: ’’بلاسود بینکاری‘‘، احسن الفتاویٰ، ج:۷، ص:۱۱۱-۱۳۰، ط: ایچ ایم سعید، ۱۴۲۵ھ

۱۳:۔ایضاً

۱۴:۔غازی، محمود احمد، اسلامی بینکاری، ایک تعارف، ص:۱۳۴-۱۴۸، ط: زوار اکیڈمی، ۲۰۱۲ء

۱۵:۔أبوداود، سليمان بن أشعث الأزدي، السجتاني، (۲۷۵ھ) السنن، ج:۲، ص:۶۵۱، ط: دار الرسالة العالمية، ۱٤۳۰ھ

۱۶:۔’’فأما الضرورية، فمعناها أنها لا بد منها في قيام مصالح الدين والدنيا بحيث إذا فقدت لم تجر مصالح الدنيا على استقامة، بل على فساد وتهارج وفوت حياة، وفي الأخرى فوت النجاة والنعيم، والرجوع بالخسران المبين.‘‘(الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد، ابو اسحاق، (ت: ۷۹۰ھ)، ج:۲،ص:۱۷-۱۸، ط: دار ابن عفان، ۱۴۱۷ھ

۱۷:۔فتاویٰ بینات، جلد:۱، ص:۶۰-۶۱، ط: مکتبہ بینات، کراچی، ۲۰۱۷ء

# الإجازات الهندية

## کتبِ اُثبات میں ایک منفرد اور قابلِ قدر اضافہ

مولانا محمد یاسر عبداللہ
استاذِ جامعہ ورفیق شعبہ مجلسِ دعوت وتحقیق

علومِ حدیث کا محور، احادیث کی اسانید اور متون ہیں، یہ علوم ان دو امور کے گرد گھومتے ہیں، اور اسانید سے متعلق متنوع علوم میں سے ایک مستقل علم ''معرفة الإسناد العالي والنازل'' کے عنوان سے کتبِ مصطلح میں ذکر کیا جاتا ہے، اور اس کی مناسبت سے مشائخ کی اسانید کو یکجا کرنے کا معمول بھی محدثین کے ہاں چلا آرہا ہے، اور اس موضوع پر مرتب کردہ کتب کی کثرت کی بنا پر بلا مبالغہ مستقل کتب خانہ تیار ہو چکا ہے، جو گلہائے رنگارنگ سے مزین گلستان کی مانند طلبۂ علومِ حدیث کو ہر دم خوشہ چینی کی دعوت دیتا ہے۔

### ''علم الأثبات'' کا مختصر تعارف

علامہ محمد عبدالحی کتانی رحمہ اللہ (۱۳۸۲ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب ''فهرس الفهارس والأثبات ومعجم المعاجم والمشيخات'' میں رقم طراز ہیں:

''تتبع وتلاش کے بعد یہ واضح ہوا کہ قدماء ایسے جز کو ''المَشْيَخَةُ'' کہا کرتے تھے، جس میں کوئی محدث اپنے اساتذہ ومشائخ کے نام اور ان کی مرویات درج کرتا، بعد ازاں اسے ''المُعْجَمْ'' کہا جانے لگا، کیونکہ ان اجزا میں مشائخ کے ناموں کو حروفِ معجم (حروفِ تہجی) کی ترتیب پر ذکر کیا جاتا تھا، یوں ''المَشْيَخَاتْ'' کے ساتھ ساتھ ''المَعَاجِمْ'' کا استعمال بھی بکثرت ہونے لگا۔ اہلِ اندلس ایسے جز کے لیے لفظِ ''بَرْنَامِجْ'' استعمال کرتے ہیں، آخری ادوار میں اہلِ مشرق ایسی کتاب کو ''ثَبَتْ'' کہتے ہیں، جبکہ اہلِ مغرب اب اسے ''الْفِهْرِسَةْ'' کہا کرتے ہیں۔'' (۱)

### ''الإجازات الهندية وتراجم علمائها'' کی تالیف کا پس منظر

پیشِ نگاہ کتاب اس ذخیرہ میں ایک عمدہ اور مفید تر اضافہ ہے، سات جلدوں اور لگ بھگ

ساڑھے چار ہزار صفحات پر مشتمل یہ کتاب بحرین کے نامور محقق عالم شیخ نظام بن محمد یعقوبی حفظہ اللہ کے اہتمام سے حال ہی میں ''دار المحدّث'' ریاض سے شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے جواں سال مؤلف شیخ عمر بن محمد سراج حبیب اللہ حفظہ اللہ نے مقدمہ میں اس کی تالیف کا پس منظر کچھ یوں ذکر کیا ہے:

''کئی سالوں سے میرے ذہن میں یہ خیال پروان چڑھ رہا تھا کہ عالم اسلام کے مختلف حصوں سے متعلق اجازاتِ حدیث اوران میں مذکور شخصیات کے احوال یکجا کیے جانے چاہئیں، اس وقت بالکل یہ خیال نہ تھا کہ میں خود اس موضوع کے کسی حصے کو متعین کر کے اس پر محنت کروں۔ بس یونہی سوچتا تھا کہ عالمِ اسلام کے ہر خطے میں تحقیقی مزاج کے حامل مسندین کی ایک جماعت کو اپنے خطے کی اسانید یکجا کر کے ان کی تحقیق اور ضبط کے پہلو بہ پہلو اُن میں سے عالی سندوں کو ممتاز کرنا چاہیے اور تمام اسانید میں درج اشخاص کے احوالِ زندگی قلم بند کرنے چاہئیں، یوں بعض سندوں کے اتصال کے حوالے سے بہت سی اُلجھنیں حل ہوں گی، نیز شیوخِ روایت اور مشائخ درایت کے درمیان اتصال کے تئیں پیدا ہونے والا خلط بھی واضح ہوگا، اسنادِ روایت اور اسنادِ تصوف کے درمیان امتیاز ہوگا اور تصوف کے سلسلہ میں صحبت اور خلافت کے درمیان اختلاط بھی کھل کر سامنے آجائے گا، مزید براں اجازاتِ عامہ وخاصہ اور اجازاتِ معینہ (خاص شخصیات کو اجازت یا مخصوص کتب کی اجازت) اور اجازاتِ اہلِ زمانہ (تمام اہلِ زمانہ کو اجازت) کے درمیان فرق بھی واضح ہوگا۔ چار برس سے زیادہ ہوئے کہ بنام خدا میں نے ہندو پاک کی اجازاتِ حدیث جمع کرنا شروع کیں، کیونکہ کتبِ سبعہ (بظاہر کتبِ ستہ اور موطا مالک مراد ہیں) وغیرہ کی سماعی سندوں (جن میں تلامذہ کو اپنے مشائخ سے قراءت وسماع حاصل ہو) کا مدار انہی ہندی سندوں پر ہے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ دواوینِ سنت کی حفاظت کا سلسلہ اب انہی سندوں میں سمٹ آیا ہے۔''(۲)

## علمی دنیا میں ارضِ ہند کی تاریخی اہمیت

شیخ محمد رشید رضا رحمہ اللہ ''مفتاح كنوز السنة'' کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

''اس زمانے میں اگر علمائے ہند، علومِ حدیث کی جانب توجہ نہ فرماتے تو مشرقی ممالک میں ان علوم کا خاتمہ ہو چکا ہوتا، کیونکہ مصر وشام، اور عراق وحجاز میں دسویں صدی ہجری سے یہ سلسلہ کمزور پڑ گیا تھا، جو چودہویں صدی کی ابتدا میں انتہائی ضعیف ہو چلا تھا۔''(۳)

ادیبِ اریب شیخ علی طنطاوی رحمہ اللہ نے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی آپ بیتی، بلکہ جگ بیتی ''في مسيرة الحياة'' کے مقدمہ میں بجا طور پر لکھا ہے:

''ہم (علمائے عرب) میں سے بیشتر لوگ ہندوستان کی تاریخ سے ناواقف ہیں۔ تاریخِ ہند' عالم اسلام کی عمومی تاریخ میں چوتھائی حصہ رکھتی ہے، اس لیے کہ ہم (مسلمانوں) نے اس ہندی خطے میں

لگ بھگ ایک ہزار سال تک حکومت کی ہے، کسی زمانے میں پورا ہندوستان ہمارا تھا اور ہم ہی اس کے حکمران تھے، اگر اسپین میں ہم نے اندلس کو گنوایا ہے تو اس خطے میں اس سے بڑا اندلس ہمارے ہاتھ میں تھا، اگر ہم نے اندلس میں شہداء کے (خون سے رنگین) ٹیلے اور سورماؤں کے خون کی ندیاں چھوڑی ہیں تو ہندوستان میں اندلس سے کئی گنا زیادہ یادگاریں چھوڑیں ہیں، اگر اندلس میں مسجدِ قرطبہ اور قصرِ حمراء تھا تو ہندوستان کے چپے چپے میں ہمارا پاکیزہ خون گرا ہے، ایک اعلیٰ تہذیب جس کے اطراف و جوانب، علم وانصاف اور کارناموں اور شجاعتوں سے مزین ہیں، یہاں ہمارے مدارس ومعاہد تھے، جنہوں نے نجانے کتنی عقلوں کو روشن کیا! اور اب تک وہ دلوں کو کشادہ کررہے اور دانش وبینش کو منوّر کررہے ہیں! یہاں کے ہمارے آثار اپنے جلال وجمال میں قصرِ حمراء سے فائق ہیں، صرف ایک ''تاج محل'' ہی کافی ہے، جو اس روئے زمین کی سب سے خوب صورت تعمیر ہے۔''(۴)

## علمائے ہند کے تراجم واحوال سے قلتِ اعتنا

خطۂ ہند کی اس قدر اہمیت کے باوجود عربی مآخذ میں یہاں کے اہلِ علم اور مختلف مسالک سے وابستہ رجالِ علم کے تذکرے بہت کم ملتے ہیں، اس بنا پر مؤلف (جو عمری الاصل ہیں، ان کے اجداد ہندوستان میں رہ چکے ہیں، پھر حجاز میں منتقل ہوئے ہیں، مؤلف، عالمِ عربی میں پلے بڑھے، وہیں نشو ونما اور تعلیم وتربیت پائی ہے، لیکن ان کے مشائخ میں بہت سے ہندی علماء بھی ہیں، اس لیے انہوں) نے اپنے مشائخ سے وفا کا تقاضا نبھاتے ہوئے اس کام کا بیڑا اُٹھایا۔ ان کا مقصد استیعاب کا دعویٰ کیے بغیر اپنی وسعت کے مطابق علمائے ہند کی اجازاتِ حدیث کو ایک کتاب میں یکجا کرکے ان کی روشنی میں ان کی مقروءات ومسموعات (مشائخ کے سامنے پڑھی یا سنی گئی احادیث، اور کتب ورسائل) کی تعیین کرنا ہے۔ یہ دوسرا نکتہ اس لیے بھی اہم ہے کہ عام طور پر کتبِ أثبات میں اسانید کی تو بہتات ہوتی ہے، لیکن بہت کم ہی متعین ہو پاتا ہے کہ صاحبِ ثبت نے کون کون سے کتب کن مشائخ سے پڑھی یا سنی ہیں؟ محدثین واصولیین نے کتبِ مصطلح واُصول میں علمِ حدیث کے حصول کے جو مختلف طریقے تحریر فرمائے ہیں، ان میں سے ایک نوع ''اجازت'' بھی ہے، لیکن اس کا درجہ ''القراءة علی الشیخ'' (استاذ کے سامنے شاگرد کا پڑھنا) اور ''السماع من لفظ الشیخ'' (شاگرد کا استاذ سے سننا) سے بعد کا ہے۔ قراءت وسماع کے متعدد فوائد ذکر کیے گئے ہیں، جن میں ایک اہم فائدہ احادیث کا درست ضبط بھی ہے۔

## کتاب کا منہج

مؤلف کے بیان کی روشنی میں کتاب کا منہج درجِ ذیل نکات سے سمجھا جاسکتا ہے:

۱- مؤلف نے ایسی خطی اور طبع شدہ اجازاتِ حدیث کو یکجا کرنے کی تگ ودو کی ہے، جن کی کسی ایک جانب میں کوئی ہندی عالم ہوں، اور حسبِ استطاعت ان کی عبارات کی تصحیح کا اہتمام کیا ہے، ان میں سے بیشتر اجازات اب تک شائع نہیں ہوئیں۔ نیز ''ہند'' سے ان کی مراد تقسیم سے پہلے برصغیر میں داخل پورا خطہ ہے، جس میں موجودہ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، بھوٹان اور نیپال شامل ہیں۔

۲- بلادِ سندھ کی اجازات اس مجموعے سے مستثنا ہیں، اس لیے کہ سندھ اور ہند کے درمیان تاریخی اعتبار سے فرق کیا جاتا ہے، مؤلف کے بقول بلادِ سندھ کی اجازات کے متعلق معروف محقق عالم مولانا ڈاکٹر محمد ادریس سومرو مدظلہم کچھ ایسا ہی کام کر رہے ہیں، اللہ کرے کہ وہ کام بھی جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے اور شائع ہو کر اہلِ علم کے ہاتھوں میں آئے۔

۳- اس مجموعہ میں سنہ ۹۹۹ھ سے ۱۳۹۹ھ تک گزشتہ چار صدیوں کی منتخب اجازات کو برعکس زمانی ترتیب کے مطابق ذکر کیا گیا ہے، یعنی مؤلف ۱۳۹۹ھ سے پیچھے چلتے گئے ہیں، چنانچہ کتاب میں درج پہلی اجازتِ حدیث' حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ (۱۴۰۲ھ) کے قلم سے مولانا محمد عاشق الٰہی مدنی رحمہ اللہ (۱۴۲۲ھ) کے لیے تحریر کردہ ہے، اور آخری اجازتِ حدیث، علامہ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ (۱۰۱۲ھ) کی جانب سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۰۵۲ھ) کے لیے تحریر کردہ ہے۔

۴- مؤلف نے محض روایتِ حدیث سے متعلق امور پر حواشی وتعلیقات قلم بند کی ہیں، اور حتی الامکان کتاب کے موضوع سے خارج ہونے سے گریز کیا ہے۔ کہیں کہیں سنِ ولادت ووفات کی توثیق کی غرض سے متعلقہ شخصیات کی قبروں کی تصاویر اور دیگر شواہد درج کیے ہیں۔ نیز کتبِ حدیث کے علاوہ دیگر اجازاتِ خاصہ (کسی متعین شخصیت کو اجازت یا متعین کتاب یا کتب کی اجازت) سے اجتناب کیا ہے، مثلاً: خالص فقہی اجازات، یا اوراد واذکار اور سلاسلِ صوفیہ سے متعلق اجازات وغیرہ؛ کیونکہ یہ امور' کتاب کے موضوع سے خارج ہیں، تاہم کسی اضافی فائدہ کی بنا پر کہیں اس نوعیت کی اجازتوں کا ضمنی تذکرہ آیا ہے۔

۵- دست یاب مآخذ کی روشنی میں ''مُجیز'' (اجازت دینے والے شیخ) اور ''مُجاز'' (جن کو اجازت دی گئی ہو) کے حالاتِ زندگی، طوالت اور اختصار سے پہلو تہی کرتے ہوئے متوسط اسلوب میں لکھے گئے ہیں، نیز اجازات کے ضمن میں مذکور ایسے علمائے ہند، جن کے حالات مستقل طور پر کہیں نہیں ملتے، متعلقہ اجازتِ حدیث کے بعد ان کے حالات تحریر کیے گئے ہیں۔ کسی شخصیت کے حالات لکھتے ہوئے تاریخی امانت کا لحاظ رکھا گیا اور جانب داری سے گریز کیا گیا ہے، البتہ مولف کے بقول: ''تمام مندرجات سے ان کا اتفاق ضروری نہیں۔''

۶- کتاب میں محض ہندوستانی مشائخِ روایت وحدیث کے حالات یکجا کیے گئے ہیں، دیگر کتب

کے مشائخ میں سے بیشتر کے حالات' مآخذ کی کمیابی اور تحقیق کی مشکلات کی بنا پر تحریر نہیں کیے گئے، البتہ ایسے مشائخ مستثنا ہیں، جن کے حالات کے متعلق وافر مآخذ دست یاب ہیں، یا مشائخِ حدیث کی سندوں کے ضمن میں جن کا تذکرہ آیا ہے۔

۷- ہر شخصیت کے احوال کے آخر میں مؤلف نے ان سے اپنی سند کا اتصال ذکر کردیا ہے، البتہ اس موقع پر ان سے متصل تمام اسانید ذکر کرنے کے بجائے اکثر جگہوں پر بعض زندہ مشائخ کے تذکرہ پر اکتفا کیا ہے، اس سے مقصود محض ان سے اتصال کی نشان دہی کرانا ہے، اپنے مشائخ کی فہرست سازی پیشِ نظر نہیں۔

۸- محققین کی سہولت اور انقلاباتِ زمانہ کی دست برد سے حفاظت کی غرض سے خطی اجازات کی تصاویر بھی کتاب میں شامل کردی گئی ہیں۔ (۵)

## کتاب کے مضامین پر ایک طائرانہ نظر

یہ کتاب سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، پہلی جلد کی ابتدا میں عالمِ عربی کے معروف محقق عالم شیخ نظام محمد صالح یعقوبی عباسی حفظہ اللہ کا تین صفحات پر مشتمل مقدمہ ہے، اس کے بعد مؤلف کا مقدمہ ہے، جس میں انہوں نے کتاب کا منہج ذکر کیا ہے، بعد ازاں مؤلف نے ''تمہید'' کے عنوان سے ہندوستان کے مدارس کے اسلوبِ تدریس کا تاریخی جائزہ لیا ہے اور پانچ بڑے جامعات (دارالعلوم دیوبند، جامعہ مظاہرِ علوم سہارن پور، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، دارالعلوم ندوۃ العلما اور جامعہ سلفیہ بنارس) کے نصاب درج کیے ہیں، جن سے اس خطے میں زیرِ تدریس کتبِ قراءت وسماع کا کچھ خاکہ سامنے آگیا ہے۔

اس تمہید کے بعد کتاب کا اصل مضمون شروع کیا گیا ہے، کتاب میں پانچ سو کے لگ بھگ اجازاتِ حدیث کی عبارات' ضبط وتحقیق کے ساتھ درج کی گئی ہیں، نیز اس ضمن میں متن وحواشی میں لگ بھگ پونے سات سو مشائخ کے حالاتِ زندگی قلم بند کیے گئے ہیں۔

### کتاب کے آخر میں تین ضمیمے ہیں:

①:- پہلے ضمیمہ میں بارہ (۱۲) استدعاءات (مشائخ سے اجازتِ حدیث حاصل کرنے کے لیے لکھی گئی تحریریں)، استدعاءات کے یہ نمونے بھی علومِ حدیث کے طلبہ کے لیے خاصے کی شے ہیں۔

②:- دوسرے ضمیمہ میں کتاب پر کچھ استدراکات ہیں، جن میں علامہ عبدالقادر طرابلسی رحمہ اللہ (۱۳۱۶ھ) کے احوالِ زندگی اور کچھ اجازاتِ حدیث کے عکس ہیں، جو کتاب میں درج ہونے سے رہ گئی تھیں۔

③:- تیسرے ضمیمہ میں ہندوستان کی چند مشہور اسانیدِ حدیث کے شجرے ذکر کیے گئے ہیں۔

بعدازاں حروفِ تہجی کی ترتیب پر عربی کے (۳۰۲)، اردو اور فارسی کے (۱۳۵) اُن اہم مآخذ ومصادر کا ذکر کیا گیا ہے، جن سے اس کتاب کی تالیف کے دوران استفادہ کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے: ''الْفَهَارِسُ مَفَاتِيْحُ الْكِتَابْ'' (کتاب کے آخر میں درج فہرستیں، کتاب کے لیے کلید کی حیثیت رکھتی ہیں)، اس بنا پر کتاب سے استفادہ آسان کرنے کی غرض سے آخر میں کئی فہرستیں مرتب کی گئیں ہیں، جن کے عنوانات حسبِ ذیل ہیں: ۱: فهرس الآيات. ۲: فهرس الأحاديث والآثار. ۳: فهرس الأبيات. ٤: فهرس الكتب: یعنی ان کتابوں کے نام، جن کا کسی مناسبت سے کتاب میں ذکر آیا ہے۔ ۵: فهرس الأعلام المترجم لهم: یعنی ان شخصیات کے ناموں کی فہرست، جن کے حالاتِ زندگی کتاب کے متن یا حواشی میں درج کیے گئے ہیں۔ ٦: الفهرس العام للأعلام: کتاب میں مذکور شخصیات کے ناموں کی عمومی فہرست۔ ۷: فهرس المواضيع: یعنی کتاب کے موضوعات کی فہرست۔

یہ تمام فہرستیں کتاب کی ساتویں اور آخری جلد کی انتہا میں ہیں، اور صفحہ نمبر بھی پہلی سے آخری جلد تک تسلسل کے ساتھ لگائے گئے ہیں۔

## مشاہیر علمائے پاک و ہند کی اجازات وتراجم

سابقہ تفصیلات سے واضح ہوگیا کہ اس کتاب میں وسیع پیمانے پر گزشتہ ساڑھے چار صدیوں کے علمائے ہند کی اجازاتِ حدیث اور احوالِ زندگی درج کیے گئے ہیں، جن میں علمائے دیوبند کی ایک معتد بہ تعداد بھی شامل ہے، ذیل میں دیوبند کے علمی سلسلے سے وابستہ ایسی اہم شخصیات کے اسمائے گرامی درج کیے جارہے ہیں، جن کا اس کتاب میں ذکر ہے، لیکن اس تذکرہ میں ترتیبِ رتبی کے بجائے کتاب کی ترتیب کی رعایت کی گئی ہے:

مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا عاشق الٰہی مدنی، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا تقی الدین ندوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مفتی محمد شفیع، مولانا ابوالوفا افغانی، مولانا محمد عبدالرشید نعمانی، مولانا فضل اللہ جیلانی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا فخر الدین مرادآبادی، مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا نصیر احمد خان، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عبید اللہ سندھی، شیخہ امۃ اللہ بنت شاہ عبدالغنی مجددی، مولانا محمد انور شاہ کشمیری، مولانا خلیل احمد سہارن پوری، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا ظہیر احسن نیموی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا محمد عبدالحی لکھنوی، مولانا شاہ عبدالغنی مجددی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا احمد علی سہارن پوری، مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، مولانا محمد عبدالحلیم لکھنوی، شاہ محمد اسحاق دہلوی، شاہ

عبدالعزیز دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی، وغیرہ، رحمهم الله تعالىٰ جميعاً.

## کتاب کے متعلق اہلِ علم کے تاثرات

❶: شیخ نظام محمد یعقوبی حفظہ اللہ مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''ذخیرۂ سنت کی تعلیم وتعلُّم اور روایت ودرایت کے سلسلے میں ہمارے جلیل القدر علماء کی نمایاں جدوجہد اور قابلِ قدر کارنامے ہیں، جو نمایاں اسلوب اور دقت رسی پر مبنی علمی منہج کے موافق ہیں، ایسے قواعد وضوابط اور اسالیب کے ضمن میں، جو اس فن کے علماء اور ماہر ناقدین نے ترتیب دیئے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اہلِ اسلام کے اعتنا کے پہلو سے ضرب المثل بن چکے ہیں۔ برِصغیر ہند روئے زمین کے ان مبارک خطوں میں سے ہے، جن کا ان آخری ادوار میں اس پاکیزہ طاقچے اور چشمۂ صافی سے زیادہ اعتنا رہا ہے، یہ نمایاں کوششیں اور کاوشیں مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہیں، ان میں سے بعض کے متعلق گفتگو، حدیثِ نبوی کے اہتمام کے تعلق سے خیر وبرکت کی بادوباراں کے ایک قطرے کے بارے گفتگو کی مانند ہے۔ ان مساعی پر نگاہ ڈالنے سے آخری چار صدیوں میں (اہلِ ہند کا) روایت واسناد کے باب سے اعتناء واختصاص ظاہر ہوتا ہے، یہاں تک یہ خطہ روایت واسناد کا مدار بن چکا ہے، طولِ صحبت اور درایت کا اہتمام مزید براں، دیگر خطوں کی اکثر وبیشتر سندوں میں کوئی ایسی سند نہیں، جس پر ہندوستان کا احسان نہ ہو۔ پیشِ نظر کتاب، ''خیر کی پوٹلی''، ''علم کا صحرا'' اور ''عطر فروش کی کپی'' ہے، جس کی جمع وتدوین اور تالیف کا سہرا شیخِ فاضل، محققِ مکرم عمر بن محمد سراج حبیب اللہ وفقہ اللہ کے سر سجا ہے، اور انہوں نے اس جمع وتدوین کے ذریعے ایک ایسے میدان میں چراغ روشن کیا ہے، جو تاریک تھا، اور اس پہلو سے شغف رکھنے والوں اور اہلِ روایت کی تشنہ کامی کا سامان فراہم کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس مبارک تالیف کی قدردانی کے اسباب پیدا فرمائے، اس بابرکت مجموعے میں مزید برکتیں عطا فرمائے، جس نے ہمارے جلیل القدر علما کے کارناموں کو یکجا کردیا اور مبارک خطۂ ہند کی اسانید کے اتصال وتحقیق میں بھی برکت ڈالے۔''(٦)

❷: شیخ محمد زیاد تکلہ حفظہ اللہ کتاب پر تبصرہ وتجزیہ، قدرے مفصل مضمون میں لکھتے ہیں:

''مجھے انتہائی بے قراری سے اس موسوعہ کے شائع ہونے کا انتظار تھا، کیونکہ ذاتی طور پر اس کی جمع وتالیف کے دوران مؤلف کی تکان کا علم تھا، انہوں نے اس سلسلے میں اسفار کیے، موصوف کئی برس تھکا دینے والی تحقیق میں مشغول رہے، میں نے (مختلف شخصیات کے) احوال اور متاخرین کی سندوں کے متعلق ان کی ایسی نفیس تحقیقات اور تدقیقات دیکھیں کہ آج کل گنے چنے افراد ہی ایسے عمدہ کام کر سکتے ہیں، یہ فنِ روایت اور اہلِ علم کے احوالِ زندگی کے متعلق موصوف کے تابناک مستقبل کی نوید ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے، انہیں درست راہ پر گامزن رکھے، انہیں تقویت بخشے، اور ان کی عمر میں برکت عطا

فرمائے۔ (متعلقہ مواد کے) حصول میں، اسفار میں، عکسوں کے حصول میں، (دیگر زبانوں سے) عربی ترجمہ اور فہرست سازی میں انہوں نے جتنا وقت اور مال صرف کیا، اللہ تعالیٰ انہیں اس کا کئی گنا بدلہ عطا فرمائے۔ مؤلف نے کام کے لیے برصغیر ہند کا انتخاب کیا ہے، اور بہت اچھا فیصلہ کیا، اس لیے کہ یہ خطہ روایتِ حدیثیہ سماعیہ (قراءت وسماع کے ساتھ کتبِ احادیث کی روایت) کا مدار ہے، جو محدثین کے نزدیک عمدہ روایت شمار کی جاتی ہے، اور خدمتِ حدیث، حفظِ اصول، طباعت اور شرحِ احادیث کے پہلوؤں سے (روئے زمین کے) دیگر خطوں سے آگے ہے، لیکن بلادِ ہند کی وسعت، اطراف کے بُعد، یہاں کے بہت سے مآثر کے باہر (کی دنیا میں) نکل جانے، کثرتِ مدارس اور کثرتِ اشخاص کی بنا پر یہ مشکل ترین میدان تھا، مزید براں قلتِ مآخذ (خصوصاً عربی زبان میں) اور کتب خانوں کا انتشار اور بعض مکتبات سے استفادہ کی مشکلات (بھی اس راہ میں حائل تھیں)، البتہ اس موسوعہ کا دورانیہ ساڑھے چار صدیاں ہے۔ کوئی ''عُمری عزیمت'' (مؤلف، عُمریّ الاصل ہیں) اور ''طَبَری ہمت'' (غالباً ''بحیرہ طبریہ'' کی جانب نسبت مقصود ہے) کا حامل ہی اس نوعیت کے منصوبے کے دَرپے ہوسکتا تھا۔''

بعد ازاں شیخ تکلہ نے کتاب کی خصوصیات قلم بند کی ہیں، جن میں بیشتر نکات اس تحریر میں آچکے ہیں، اس لیے حتی الامکان تکرار ختم کرکے اہم نکات درج ذیل ہیں:

''۱: موصوف نے انتہائی جفاکشی کے ساتھ برصغیر ہند کی صرف اجازاتِ حدیث کی عبارات یکجا کرکے ان کی تحقیق واشاعت کی ہے، اپنی شرط میں کچھ توسیع کرکے انہوں نے اجازت کے دونوں جانب (مُجیز اور مُجاز) میں سے کسی جانب کے ایسے مشائخ کو داخل کیا ہے، جو ہند (وسیع دائرے میں) کی طرف منسوب ہوں، یا اسے وطن بنا کر مقیم رہے ہوں، البتہ بلادِ سندھ کو مستثنا کیا ہے۔

۲: اجازاتِ حدیث کی تاریخوں کے حوالے سے مؤلف کی اختیار کردہ نزولی ترتیب اگرچہ عام طور پر کتبِ تراجم میں اختیار نہیں کی جاتی، لیکن مؤلف کی غرض یہ تھی کہ کبار معاصر مشائخ کا طبقہ بھی اس کتاب میں شامل ہوجائے، یوں اس کتاب میں بہت سی معاصر روایات کی جانب بھی رہبری ہوجائے گی، جس سے طلبہ ومحققین فائدہ اُٹھاسکیں گے، بلاشبہ آج کے معاصر امور کل تاریخ کا حصہ ہوں گے۔ قریب زمانے کی تمام اجازات کا احاطہ تو دشوار تھا، اس لیے اہم اجازات یکجا کی گئیں ہیں، یوں عملی طور پر کتاب کا دورانیہ چارسو چالیس (۴۴۰) سال ہوگیا ہے، جن میں بلند مرتبہ معاصرین بھی شامل ہوگئے، تاہم اس شرط کے باوجود بلاالتزام (کتاب کی شرط سے) خارج بہت سے اُمور اور فوائد بھی کتاب میں درج ہوگئے ہیں۔

۳: مؤلف نے بہت سی اجازاتِ حدیث پر حواشی لکھے، اور بہتیری اغلاط واوہام پر تنبیہ کی ہے۔

۴: درمیانے اسلوب میں ہندی مُجیزین ومُجازین کے احوالِ زندگی لکھے، لیکن اہم بات یہ ہے

کہ روایات کی تحقیق کا اہتمام کیا، شیوخِ روایت اور مشائخ درایت میں امتیاز کیا، مسموعات (سنی گئی کتاب واحادیث) کے ضبط کا اہتمام کیا، متاخرین اہلِ تراجم (''ترجمۃ'' کی جمع، مراد شخصیات کے احوال) بہت کم ہی اس کا اہتمام کرتے ہیں۔

۵: کتاب کو سینکڑوں نفیس تاریخی وثیقہ جات سے بھر دیا ہے، جن میں سے اہم اجازاتِ حدیث کے عکس ہیں، جن کی مؤلف نے تحقیق کی ہے، بہت سے مشائخ، مدارس، عمارتوں، تاریخی شواہد، مکاتیب اور دیگر متعلقہ فوائد کی تصاویر درج کی ہیں، جو تراجم واسانید کے محقق کے لیے اہمیت کی حامل ہیں، ان میں سے بیشتر وثیقہ جات پہلی بار شائع ہو رہے ہیں، بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ مؤلف نے بعض مکتبات اور شخصیات سے محض ایک ورق یا وثیقہ کا عکس حاصل کرنے کے لیے ہند وبیرونِ ہند کے اسفار کیے ہیں، ان وثیقہ جات میں اشخاص اور شخصی کتب خانوں کی غیر مشہور اشیاء بھی شامل ہیں۔

۶: کتاب کا آغاز ایک تمہید سے کیا ہے، جس میں تدریسی مناہج، اور درسِ نظامی کے پھیلنے تک (جو اس خطے میں عام ہو چکا ہے) ہندی مدارس کے نصاب میں شامل اکثر معتمد کتب کا ذکر کیا ہے، کچھ بڑے جامعات کے نصابہائے تعلیم بھی درج کیے ہیں، تاکہ ان کے ذریعے مسموعات کا علم ہو، نیز اس جانب اشارہ کیا ہے کہ ہر جامعہ کے اعتبار سے تکمیل کی سند، پڑھائی کے ساتھ روایتِ عامہ کو بھی شامل ہوتی ہے، بعض جامعات (دار العلوم دیوبند، مظاہرِ علوم سہارن پور وغیرہ) کی سندوں میں اجازتِ عامہ بھی دی جاتی ہے، جبکہ بعض میں ایسا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس تمہید میں بہت سی دقیق تنبیہات ہیں، جن سے آگاہی ہونی چاہیے۔

۷: ضمیمہ میں مؤلف نے ایک اہم کام یہ کیا کہ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہندی استدعاءات ذکر کیے ہیں، جو انہوں ہند وبیرونِ ہند کے پے دَرپے اسفار کے دوران حاصل کیے تھے، ضمناً ان معاصر مُجیزین کے احوال بھی قلم بند کیے، اور ان کی مرویات کی تحقیق کی ہے۔ اس عمل پر بھی مؤلف شکریہ کے مستحق ہیں۔ مزید براں انہیں حرص ہے کہ وہ معاصرین اور دوست احباب سے حاصل شدہ فوائد کی انہی کی جانب نسبت کریں، فی زمانہ یہ بہت کمیاب وصف ہے، افسوس کہ اس فن کا کام کرنے والوں میں بھی کم ہی یہ وصف ملتا ہے۔

۸: مؤلفؒ کتاب کی طباعت کے اخیر مرحلے تک اس میں اضافہ وتنقیح کرتے رہے ہیں، چنانچہ آپ کو کتاب میں سنہ ۱۴۴۲ھ کی وفیات بھی ملیں گی، مثلاً: ہمارے شیخ مفتی ثناء اللہ بن عیسیٰ خان مدنی اور شیخ محمد عمر ٹونکی رحمہا اللہ ودیگر مشائخ۔ مؤلف نے بتایا کہ وہ اب بھی برابر نئے معلومات کی جستجو میں ہیں، اور انہیں مزید حاصل ہوں گے، ان شاء اللہ! ممکن ہے کہ معتد بہ معلومات ملنے پر وہ اس موسوعہ کا ذیل بھی مرتب کر دیں گے، اور یہ محنت منظرِ عام پر آنے سے بہت سے اعتنا کرنے والوں اور اہلِ ہند کے لیے (معلومات کے) دَر وا ہوں گے، وہ مؤلف سے تعاون کریں گے اور انہیں ایسے معلومات

ارسال کریں گے جن کے ذریعے کام کی تکمیل ہوگی۔

۹: کتاب کے آخر میں ایسے معروف عربی مآخذ ذکر کیے ہیں، جن پر مؤلف نے اعتماد کیا ہے، ان کی تعداد (۳۰۲) ہے، اور اردو وفارسی مآخذ کی تعداد (۱۳۵) ہے۔ بعد ازاں کئی فہرستیں مرتب کی ہیں (جن کا ذکر پہلے گزر چکا)۔ اس کتاب نے علمائے اسلام سے وابستہ تاریخ وتراجم اور روایت کے پہلو سے بہت بڑا خلا پر کیا ہے، ان علوم سے متعلق کوئی بھی کتب خانہ اس سے خالی نہ رہنا چاہیے، شاید کوئی اسے مبالغہ سمجھے، لیکن معاصرت اور مؤلف سے جان پہچان مزید کچھ کہنے میں رکاوٹ ہے، جسے اس میدان میں تحقیق کا موقع ملے گا وہ میرے اس کہے کو بھی کم سمجھے گا۔ میں نے بعض دوستوں سے کہا تھا: ''یہ کام متاخر کتبِ روایت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، اور اسے شیخ عبدالحی کتانی کی ''فهرس الفهارس'' کے پہلو میں رکھنا چاہیے، جس کے متعلق ہمارے دوست شیخ احمد عبدالملک عاشور کا کہنا ہے: ''یہ کتاب ''وِرد أهلِ الرواية'' (محدثین کا وظیفہ) ہے۔'' نیز اسے علامہ عبدالحی حسنیؒ کی ''نزهة الخواطر'' (مشاہیرِ ہند پر لکھی گئی معروف کتاب) کے پہلو میں رکھا جانا چاہیے۔'' میں سچ کہتا ہوں: ''اگر یہ کام پہلے شائع ہوجاتا تو سماعات اور (اسانید کی) تحقیقات کے تعلق سے میرے اسنادی کاموں میں مجھے فائدہ ہوتا۔''(۷)

## خلاصۂ کلام

❶: یہ کتاب برصغیر کے علماء کی لگ بھگ پانچ سو اجازاتِ حدیث اور ان کے ضمن میں پونے سات سو مشائخ کے احوالِ زندگی کا مجموعہ ہے۔

❷: اس کتاب کی بدولت برصغیر کی پچھلی ساڑھے چار سو سال کی علمی وحدیثی تاریخ کا معتد بہ حصہ محفوظ ہوگیا ہے، جس کے ذریعے اس خطے میں علمِ حدیث کے حوالے سے متنوع خدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔

❸: کتاب میں درج اجازاتِ حدیث اور ان کے عکسوں سے مختلف ادوار کے مشائخ حدیث کے ہاں اجازتِ حدیث کی عبارات کا تنوُّع سامنے آئے گا۔

❹: کتاب میں درج خطی اجازاتِ حدیث کے عکسوں کی مدد سے بہت سے اہلِ علم کے خط کی نشان دہی میں سہولت ہوگی۔

❺: تراجم کے ضمن میں بہت سے ایسے مشائخ کے احوالِ زندگی محفوظ ہوگئے ہیں، جن کے حالات مآخذ کی کمی یا عدمِ دست یابی کی بنا پر مہیا نہیں ہو پاتے۔

❻: کتاب میں درج اجازاتِ حدیث کے تنوع کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب علمائے ہند کی ''فهرس الفهارس'' ہے۔

❼: یہ کتاب علمِ حدیث وسنت اور تراجم علمائے ہند سے متعلق ہر کتب خانہ کی زینت بنائے

جانے کے قابل اور علومِ حدیث کے طلبہ کرام کی خوشہ چینی کے لائق ہے۔

## چند گزارشات

①: کتاب کی تمام فہرستیں، ساتویں اور آخری جلد کی انتہا میں ہیں، اور صفحہ نمبر بھی پہلی سے آخری جلد تک تسلسل کے ساتھ لگائے گئے ہیں، بہتر ہوتا کہ ہر جلد میں مستقل طور پر صفحات کے نمبر درج کیے جاتے، اور آخر الذکر نوعیت کی فہرست بھی ہر جلد کے آخر میں بھی ہوتی تو استفادہ زیادہ آسان ہوتا، نیز کسی متعین شیخ کی اجازت واحوال کے لیے متعلقہ جلد کی فہرست دیکھنا کافی ہوتا اور بار بار آخری جلد کی عام فہرستوں کی مراجعت کی ضرورت پیش نہ آتی: ''وللناس فیما یعشقون مذاهب'' (پسند اپنی اپنی!)۔

②: بہتر ہوتا کہ مؤلف' اجازاتِ حدیث اور اہلِ علم کے تراجم میں سے ہر ایک کے ساتھ مستقل طور پر مسلسل نمبر لکھتے۔

③: مؤلف نے علامہ خیر الدین زِرکلی رحمہ اللہ کی ''الأعلام'' کی پیروی کرتے ہوئے کتاب میں جابجا مشائخ کی تصویریں بھی درج کی ہیں، برصغیر کے اکثر علماء آج بھی جاندار کی پرنٹڈ تصاویر کے عدمِ جواز کا فتویٰ دیتے اور اسی پر عمل پیرا ہیں، بہتر ہوتا کہ مؤلف اس حوالے سے اس خطے کے اہلِ علم کی رعایت فرمالیتے۔

بہرکیف اس نوعیت کے طویل موسوعاتی کاموں کا تو کیا کہنا، ہر انسانی عمل میں بہتری کی گنجائش رہتی ہے، اور منصف مزاج شخص ہمیشہ اصلاح وتنبیہ کا خیر مقدم کرتا ہے۔ مؤلف حفظہ اللہ کی کی جہدِ مسلسل قابلِ داد ہے، اور چار سال کے قلیل عرصہ میں اس نوعیت کا وسیع موسوعہ مرتب کرنا ان کے عزم وہمت کا منہ بولا ثبوت ہے، اللہ تعالیٰ انہیں مزید ہمت واستقامت سے نوازے اور ایسی علمی خدمات کی توفیقِ مزید بخشے، آمین یا رب العالمین!

### مآخذ ومصادر


۱:۔فهرس الفهارس، ج:۱،ص:۶۷،دار الغرب الإسلامي، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ۔۱۹۸۲ء۔

۲:۔الإجازات الهندية وتراجم علمائها، ج:۱،ص:۸۔

۳:۔مقدمة مفتاح كنوز السنة للشيخ محمد رشيد رضا، ص: و، سهيل اكيڈمی، لاهور، باكستان.

۴:۔ مقدمة "في مسيرة الحياة" للشيخ علي الطنطاوي، ج:۱، ص: دارالقلم دمشق، ۱٤۰۷ھ

۵:۔الإجازات الهندية وتراجم علمائها، ج:۱،ص:۱۱، ۱۲ ۶:۔ایضاً، ج:۱،ص:۵،۶

۷:۔یہ تفصیلی مضمون ''الإجازات الهندية وتراجم علمائها، جمع واعتناء الشيخ عمر بن محمد سراج حبيب الله'' کے عنوان سے معروف عرب ویب سائٹ ''الألوكة'' پر موجود ہے۔


..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

# مہنگائی کے اسباب اور اُن کا حل
## شریعت کی روشنی میں

مفتی محمد راشد ڈسکوی
دار الافتاء جامع مسجد اشتیاق، ڈسکہ، سیالکوٹ

ان ایام میں ہر طرف مہنگائی کے از حد بڑھ جانے کے سبب ہر بندہ ہی پریشان نظر آتا ہے، کسی بھی مجلس میں شرکت کر لی جائے تو وہاں ہر کوئی اپنی اپنی عقل وفہم کے لحاظ سے اس کے اسباب ووجوہات پر تبصرے کرتا ہوا نظر پڑتا ہے، لیکن بڑی ہی عجیب بات یہ سامنے آتی ہے کہ عام طور پر مہنگائی کی ظاہری وجوہات اور ظاہری اسباب پر تو تجزیہ نگار تبصرے فرمارہے ہوتے ہیں، لیکن اس کی اصل وجوہات اور حقیقی اسباب کی طرف عموماً توجہ نہیں جاتی، الا ماشاء اللہ۔

جب ملکی ومعاشی مسائل کے حل کے لیے کسی بھی سمجھدار اور دانشور تجزیہ نگار کی بات کو بغور سنا جاتا ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان موجودہ پریشان کن اہم مسائل کے حل کے لیے دنیا کی سب سے عقلمند ترین ہستی، صادق و امین آقائے دو جہاں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (جن کے بارے میں فرمانِ رب عزوجل ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى'' ہے) کی طرف کیوں نظر نہیں کی جاتی کہ اس مبارک ہستی نے ہمارے ان مسائل کی کیا وجوہات واسباب بیان کیے ہیں؟ جو وجوہات سرورِ دو عالم، سید الانبیاء احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیان فرمائی ہیں، ہمارے مسائل کی حقیقی وجوہات اور حقیقی اسباب وہی ہیں، اس بات کو حقیقی جاننا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ باقی اپنی عقل وفہم سے جو جو اسباب ووجوہات بیان کیے جارہے ہیں، وہ سارے اسباب ظاہری وطبعی ہیں، نہ کہ اصلی اور حقیقی۔ چنانچہ جب تک اصل مرض کی تشخیص نہ ہو جائے اس وقت تک علاج کارگر نہیں ہوسکتا، اصل مرض کی تشخیص اور موجودہ مسائل کے حقیقی اسباب کو جاننے اور ان کے حل کے لیے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے قرآن وحدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر موضوع پر گفتگو فرمائی اور احادیث کی روشنی

میں مہنگائی کی وجوہات اور اسباب بیان فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب کو سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین

## شریعت کی روشنی میں مہنگائی کی وجوہات واَسباب

’’عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَؓ، قَالَ: اَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ! خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَاَعُوْذُ بِاللهِ اَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ، لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ قَطُّ، حَتّٰى يُعْلِنُوْا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْاَوْجَاعُ، الَّتِيْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِيْ اَسْلَافِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوْا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ، إِلَّا اُخِذُوْا بِالسِّنِيْنَ، وَشِدَّةِ الْمُئُوْنَةِ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعُوْا زَكَاةَ اَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوْا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوْا، وَلَمْ يَنْقُضُوْا عَهْدَ اللهِ، وَعَهْدَ رَسُوْلِهٖ إِلَّا سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَاَخَذُوْا بَعْضَ مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ وَمَا لَمْ تَحْكُمْ اَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللهِ، وَ يَتَخَيَّرُوْا مِمَّا اَنْزَلَ اللهُ إِلَّا جَعَلَ اللهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ.‘‘ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۴۰۱۹)

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہوجاؤ گے، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تم اس میں مبتلا ہو، (وہ پانچ باتیں یہ ہیں: پہلی یہ کہ جب کسی قوم میں علانیہ فحش (فسق وفجور اور زناکاری) ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں میں نہ تھیں۔ دوسری یہ کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو وہ قحط، معاشی تنگی اور اپنے حکمرانوں کی ظلم وزیادتی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ تیسری یہ کہ جب لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے، اور اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔ چوتھی یہ کہ جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد وپیمان کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے علاوہ لوگوں میں سے کسی دشمن کو مسلط کردیتا ہے، وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے چھین لیتا ہے۔ پانچویں یہ کہ جب ان کے حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، اور اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کو اختیار نہیں کرتے، تو اللہ تعالیٰ ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔‘‘

’’حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا بَكَّارٌ قَالَ: سَمِعْتُ

وَهْبًا يَقُوْلُ: إِنَّ الرَّبَّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ فِي بَعْضِ مَا يَقُوْلُ لِبَنِيْ إِسْرَائِيلَ: إِنِّيْ إِذَا أُطِعْتُ رَضِيتُ، وَإِذَا رَضِيتُ بَارَكْتُ، وَلَيْسَ لِبَرَكَتِيْ نِهَايَةٌ، وَإِنِّيْ إِذَا عُصِيتُ غَضِبْتُ، وَإِذَا غَضِبْتُ لَعَنْتُ، وَلَعْنَتِيْ تَبْلُغُ السَّابِعَ مِنَ الْوَلَدِ.‘‘

(کتاب الزہد لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۲۸۹)

’’امام احمدؒ نے وہبؒ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا: جب میری اطاعت کی جاتی ہے تو میں راضی ہوتا ہوں، اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو برکت عطا کرتا ہوں، اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں، اور جب میری نافرمانی کی جاتی ہے، تو میں غضب ناک ہوتا ہوں، تو میں لعنت کرتا ہوں، اور میری لعنت کا اثر سات پشتوں تک رہتا ہے۔‘‘

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’لا يَزِيْدُ فِيْ الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ، وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهُ.‘‘ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۰۲۲)

ترجمہ: ’’نیکی ہی عمر کو بڑھاتی ہے، اور تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں ٹال سکتی، اور کبھی آدمی اپنے گناہ کی وجہ سے ملنے والے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔‘‘

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ...... وَلَا مَنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا حُبِسَ عَنْهُمُ الْقَطْرُ.‘‘

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۰۹۹۲)

ترجمہ: ’’نہیں روکا کسی قوم نے زکوٰۃ کو، مگر روک لیا اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو۔‘‘

مذکورہ احادیث مبارکہ سے قحط سالی، بارشوں کا بروقت نہ ہونا، مہنگائی کا ہو جانا، اور رزق میں کمی ہو جانے کے اسباب یہ معلوم ہوئے:

❶: ناپ تول میں کمی ❷: زکوٰۃ ادا نہ کرنا ❸: زنا کرنا۔
❹: مطلق اللہ کی نافرمانی اور گناہ کرنا۔ ❺: قرآن وسنت کے خلاف فیصلے کرنا۔

## مہنگائی کا علاج

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

’’ذکر کردہ تفصیل سے موجودہ دور کی مشکلات کے اسباب متعین ہو چکے، تو علاج اس کا اُن اسباب کا ازالہ ہے، یعنی: ایمان کی درستی، تمام معاصی سے توبہ واستغفار کرنا، خصوصاً حقوق العباد میں

کوتاہی کرنے سے، اور زکوۃ ادا نہ کرنے سے، اور زنا اور اس کے مقدمات سے کہ وہ بھی بحکم زنا ہی ہیں، جیسے: بُری نگاہ کرنا، نامحرم سے باتیں بقصدِ لذت کرنا، اس کی آواز سے لذت حاصل کرنا، خصوصاً گانے بجانے سے، چنانچہ حق تعالیٰ نے صریحاً اس کو علاج فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار کے روبرو (اعمالِ سیاہ سے) استغفار کرو، پھر (اعمال صالح سے) اس کی طرف متوجہ ہو، وہ تم پر بارش کو بڑی کثرت سے بھیجے گا۔ اب اکثر لوگ بجائے ان اسباب اصلیہ کے اسبابِ طبیعیہ کو مؤثر سمجھ کر علاجِ مذکور کی طرف توجہ نہیں کرتے، اور صرف حکایت، شکایت، یا رائے زنی، وپیشین گوئی، یا تخمینی کا شُغل رکھتے ہیں، جو محض اضاعتِ وقت ہے۔ ہم اسبابِ طبیعیہ کے منکر نہیں، مگر اس کا درجہ اسبابِ اصلیہ کے سامنے ایسا ہے جیسے: کسی باغی کو بحکمِ شاہی گولی سے ہلاک کیا گیا۔ دوسرا دیکھنے والا اصلی سبب، یعنی: قہرِ سلطانی کو سبب نہ کہے، اور طبعی سبب، یعنی: صرف گولی کو سبب کہے، حالانکہ اس طبعی سبب کے استعمال کا سبب وہی سببِ اصلی ہے، مگر جو شخص اس کو نہ سمجھے گا وہ بغاوت سے پرہیز نہیں کرے گا، گولی کا توڑ تجویز کرے گا جو کہ اس کی قدرت سے خارج ہے، سو کیا یہ غلطی نہیں ہوگی؟ یہی حالت ہم لوگوں کی ہے۔'' (سال بھر کے مسنون اعمال، مہنگائی اور قحط کے اسباب، ص: ۴۰-۴۱)

## حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ

اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں معاشی اعتبار سے تنگی پیدا نہ ہو تو اس کا حل شریعت میں بہت واضح انداز میں بیان کر دیا گیا ہے، اس بات کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے تو حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ ملاحظہ فرمالیا جائے، تاکہ بات کو آگے لے کر چلنا آسان ہو سکے:

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانے کا قصہ ہے کہ ان کے زمانے میں مہنگائی بہت بڑھ گئی، کچھ لوگ مولانا کے پاس آئے اور مہنگائی کی شکایت کی اور کہا کہ کیا ہم حکومت کے سامنے مظاہرے کرکے اپنی بات پیش کریں؟ حضرتؒ نے ان سے فرمایا: مظاہرے کرنا اہلِ باطل کا طریقہ ہے۔

پھر سمجھایا کہ دیکھو! انسان اور چیزیں، دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترازو کے دو پلڑوں کی طرح ہیں، جب انسان کی قیمت اللہ تعالیٰ کے یہاں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے تو چیزوں کی قیمت والا پلڑا خود بخود ہلکا ہو کر اُوپر اٹھ جاتا ہے اور مہنگائی میں کمی آجاتی ہے۔ اور جب انسان کی قیمت اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے گناہوں اور معصیتوں کی کثرت کی وجہ سے کم ہو جاتی ہے تو چیزوں والا پلڑا وزنی ہو جاتا ہے اور چیزوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں، لہٰذا! تم پر ایمان اور اعمالِ صالحہ کی محنت ضروری ہے، تاکہ اللہ پاک کے یہاں تمہاری قیمت بڑھ جائے اور چیزوں کی قیمت گر جائے۔

پھر فرمایا: لوگ فقر سے ڈراتے ہیں، حالانکہ یہ شیطان کا کام ہے: ''اَلشَّیْطَانُ یَعِدُ کُمُ الْفَقْرَ'' اس لیے تم لوگ جانے انجانے میں شیطانی لشکر اور ایجنٹ مت بنو۔ اللہ کی قسم! اگر کسی کی روزی سمندر کی گہرائیوں میں کسی بند پتھر میں بھی ہوگی تو وہ پھٹے گا اور اس کا رزق اس کو پہنچ کر رہے گا۔ مہنگائی اُس رزق کو روک نہیں سکتی جو تمہارے لیے اللہ پاک نے لکھ دی ہے۔

اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے تو ہم اللہ سے اپنا معاملہ سیدھا کر لیں، یعنی: فرائض کا اہتمام کریں، سنت زندگی کو سامنے رکھ کر زندگی گزاریں، حرام اور منکرات سے اپنے کو بچائیں، تو ان شاء اللہ جب اللہ سے معاملہ سیدھا ہو جائے گا تو ہمارے حالات بھی درست ہو جائیں گے۔

اللہ سے حالات درست کرنے کے لیے ایک عمل اللہ تعالیٰ کے ہی رازق ہونے کا یقین رکھنا ہے کہ ہر ذی روح کا رزق اس کے ذمے ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: ''لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! گرانی (مہنگائی) بڑھ گئی ہے، لہٰذا آپ (کوئی مناسب) نرخ مقرر فرما دیجیے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نرخ مقرر کرنے والا تو اللہ ہی ہے، (میں نہیں) وہی روزی تنگ کرنے والا اور روزی میں اضافہ کرنے والا، روزی مہیا کرنے والا ہے، اور میری خواہش ہے کہ جب اللہ سے ملوں، تو مجھ سے کسی جانی و مالی ظلم و زیادتی کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہ ہو (اس لیے میں بھاؤ مقرر کرنے کے حق میں نہیں ہوں)۔'' (سنن ابی داود، رقم الحدیث: ۳۴۵۱)

حضرت ابوحازمؒ کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کیا:

ترجمہ: ''اے ابوحازم! تم دیکھتے نہیں کہ مہنگائی کس قدر بڑھ گئی ہے؟ (ہمیں اِن حالات میں کیا کرنا چاہیے؟) ابوحازمؒ نے جواب دیا کہ تمہیں غم میں ڈالنے والی چیز کیا ہے؟ (اس بات پر یقین رکھو کہ) بے شک وہ ذات جو ہمیں کشادگی والے حالات میں رزق دیتی تھی وہی ذات اب تنگی اور مہنگائی والے حالات میں رزق دے گی (اس لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، بس اس کی نافرمانی سے بچتے ہوئے اس کی فرمانبرداری میں لگے رہو)۔'' (حلیۃ الاولیاء، ج:۳، ص:۲۳۹)

حضرت ابوالعباس سلمیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت بشر بن حارث کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''إِذَا اهْتَمَمْتَ لِغَلَاءِ السِّعْرِ، فَاذْكُرِ الْمَوْتَ، فَإِنَّهُ يُذْهِبُ عَنْكَ هَمَّ الْغَلَاءِ.''

(حلیۃ الاولیاء، ج:۸، ص:۳۴۷)

ترجمہ: ''جب تمہیں مہنگائی کا حد سے بڑھ جانا فکر میں ڈالے تو تم اپنی موت کو یاد کر لیا کرو، یہ (موت کا غم اور فکر) تم سے مہنگائی کا غم دور کر دے گا۔''

دوسرا عمل توبہ واستغفار کرنے کا ہے، اور تیسرا: اپنے روزگار کے حصول میں چاہے وہ تجارت کے ذریعے ہو، یا شرکت ومضاربت کے ذریعے، اجارے کا معاملہ ہو یا مزارعت کا، ہر ذریعۂ معاش میں شریعت کے بیان کردہ راہنما اصولوں کو سامنے رکھیں، اور مہنگائی کے حالات میں صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل اور ارشادات وفرمودات کے مطابق اپنا عمل بنائیں، ذیل میں مختصراً ان اُمور پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرنا

دنیا کے تمام مصائب اور مسائل سے خلاصی کا سب سے پہلا حل یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کرے، سچے دل سے ان پر ندامت کا اظہار کرے، اور اللہ سے معافی مانگتے ہوئے آئندہ ان کے ترک کا عزمِ مصمم کرے، تو اس سے اللہ اپنے بندوں سے خوش ہوکر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائیں گے، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ إِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهٰرًا۔‘‘ (النوح:۱۰-۱۲)

ترجمہ: ’’اور (اس سمجھانے میں) میں نے (ان سے یہ) کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ، بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے، تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، اور تمہاری مال اور اولاد سے مدد کرے گا، تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور نہریں جاری کرے گا۔‘‘

## تجارت کے اسلامی اصولوں کی پابندی

انسانی زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح خرید وفروخت کے میدان میں بھی اسلام کے ذکر کردہ اصول اتنے شاندار ہیں کہ ان کو اپنا لینے کی صورت میں معاشی میدان میں مہنگائی جیسی مصیبت سے عافیت حاصل کی جاسکتی ہے، ذیل میں اسلامی تجارت کے بعض اصول ذکر کیے جاتے ہیں:

### دھوکہ دہی سے بچنا

موجودہ دور میں اکثر تجارتوں کی بنیاد ہی دھوکہ دہی پر مشتمل ہوتی ہے۔ اشیائے خورد ونوش ہوں یا لباس اور آرائش وزیبائش کی خریداری، تاجر پیشہ حضرات فریب دینے سے باز نہیں رہتے۔ سامان کا عیب پوشیدہ رکھ کر معمولی مقدار کے منافع کی جگہ کئی گنا منافع لے لیا جاتا ہے، تجارت کی منڈی میں اسے ہاتھ کی صفائی اور فن تصور کیا جاتا ہے، حالانکہ اسلام نے اس حرکت سے بڑی سختی سے روکا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

’’...... مَنْ غَشَّ، فَلَيْسَ مِنِّيْ.‘‘ (صحیح مسلم،الرقم:۲۸۴)

’’جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ سے گزرتے ہوئے ایک ڈھیر اناج کا دیکھا، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس کے اندر ڈالا تو انگلیوں پر تری آ گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے اناج کے مالک! یہ کیا ہے؟ وہ بولا: پانی پڑ گیا تھا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو نے اس بھیگے اناج کو اوپر کیوں نہ رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے، جو شخص فریب کرے، دھوکہ دے، وہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔‘‘

## خریداری کے ارادے کے بغیر قیمت لگانے کی ممانعت

آپ کسی دوکان پر جائیں، کبھی مشاہدہ ہوگا کہ اس دوکان پر آپ کے علاوہ دیگر کئی لوگ بھی پہنچتے ہیں اور جس چیز کو آپ خریدنا چاہتے ہیں، وہ افراد خریدار بن کر اس کی قیمت بڑھانے لگتے ہیں، اس عمل کو شریعت کی اصطلاح میں ’’نجش‘‘ کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ دوکانداروں کی سازش ہوتی ہے، تاکہ آپ مطلوب سامان کو زیادہ قیمت دے کر خرید لیں، حالانکہ اس حرکت سے اللہ کے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

’’نَهَى (النبي ﷺ) عَنِ النَّجْشِ.‘‘ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۲۱۷۳)

ترجمہ: ’’نبی اکرم ﷺ نے بیعِ نجش سے منع فرمایا ہے۔‘‘

’’بیع نجش‘‘ یہ ہوتی ہے کہ آدمی بیچنے والے سے سازش کرکے مال کی قیمت بڑھا دے، اس حال میں کہ خود اس کا خریدنا منظور نہ ہو، تاکہ دوسرے خریدار دھوکہ کھائیں اور قیمت بڑھا کر اس مال کو خرید لیں، اس زمانہ میں نیلام میں اکثر لوگ ایسا کیا کرتے ہیں اور اس فعل کو گناہ نہیں سمجھتے، جب کہ یہ کام حرام اور ناجائز ہے، اور ایسی سازش کے نتیجے میں اگر خریدار اس مال کی اتنی قیمت دیدے جتنی حقیقت میں اس مال کی نہیں بنتی تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اس بیع کو فسخ کردے، اور سامان واپس کرکے اپنا پیسہ لے لے۔

## بازار میں پہنچنے سے پہلے قافلہ والوں کے سامان کو خریدنے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِلْبَيْعِ، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ.‘‘ (سنن النسائی، رقم الحدیث:۴۵۰۱)

ترجمہ: ’’تجارتی قافلے سے (مال) خریدنے کے لیے (شہر، یا منڈی وغیرہ سے) باہر نکل کر نہ ملو، اور تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے، نہ بھاؤ پر بھاؤ بڑھانے کا کام کرو اور نہ کوئی شہری کسی

دیہاتی کا سامان بیچے۔‘‘

علمائے کرام اس ممانعت کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ فعل بازار میں اس خاص سامان کی قلت کا سبب بنتا ہے اور وہ چیز مہنگی ہوجاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

’’نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ عَنْ تَلَقِّي الْجَلْبِ، حَتّٰى يَدْخُلَ بِهَا السُّوقَ؟‘‘ (سنن النسائی، رقم: ۴۵۰۳)

ترجمہ: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آگے جاکر قافلے سے ملا جائے، یہاں تک کہ وہ خود بازار آئے (اور وہاں کا نرخ (بھاؤ) معلوم کرلے)۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

’’اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم: ’’نَهٰى اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَإِنْ كَانَ اَبَاهُ اَوْ اَخَاهُ.‘‘ (سنن النسائی، رقم: ۴۴۹۷)

’’نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ: شہری دیہاتی کا سامان بیچے، اگرچہ وہ اس کا باپ یا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔‘‘

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے ایک دوسری حدیث میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’دَعُوْا النَّاسَ يَرْزُقُ اللهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ.‘‘ (سنن النسائی، رقم الحدیث: ۴۵۰۰)

ترجمہ: ’’لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ رزق (روزی) فراہم کرتا ہے۔‘‘

## ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

سابقہ سطور میں گزرا کہ مہنگائی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ضرورت کی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی بھی ہے کہ تجار بھلے وقتوں میں کسی چیز کو خرید کر اپنے پاس اس انتظار میں روک لیں کہ جب وہ چیز بازار میں مہنگی ہوجائے گی تو اسے فروخت کریں گے، واضح رہے کہ شریعت نے تاجروں کو اس سے روکا ہے۔ حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

’’لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ.‘‘ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۲۶۷)

ترجمہ: ’’گنہگار ہی احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرتا ہے۔‘‘

## حصولِ برکت والے اسباب کو اختیار کرنا

بلاشبہ شریعتِ اسلامیہ نے حصولِ برکت کے بہت سے آداب و ذرائع متعین کیے ہیں، جن کو بروئے کار لاکر ایک انسان برکت جیسی نعمت سے محظوظ ہوسکتا ہے۔ اور ظاہر سی بات ہے کہ اگر آج بھی برکتوں کا نزول

ہو تو ملک، صوبہ اور شہر غربت و افلاس اور مہنگائی جیسی مصیبتوں سے محفوظ ہوجائے گا اور ہر شخص آرام وسکون کی زندگی بسر کرنے لگے گا اور برکت کی وجہ سے اس کے مال ودولت ہی اس کے لیے کافی ہوں گے اور در در ہاتھ پھیلانے سے محفوظ ہوگا، لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ جن افعال کو شریعت میں باعثِ برکت قرار دیا گیا ہے، ان کی پابندی کریں اور ان کی انجام دہی کی کوششیں کریں، مثلاً: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ، مَا لَمْ يَفْتَرِقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَ بَيَّنَا بُورِكَ فِيْ بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا، وَكَتَمَا مُحِقَ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.‘‘ (سنن النسائی، رقم الحدیث: ۴۴۶۲)

ترجمہ: ’’بیچنے اور خریدنے والے .........اگر سچ بولیں گے اور (عیب وہنر کو) صاف صاف بیان کردیں گے تو ان کی خرید وفروخت میں برکت ہوگی، اور اگر جھوٹ بولیں گے اور عیب کو چھپائیں گے تو ان کی خرید وفروخت کی برکت جاتی رہے گی۔‘‘

## مہنگی اشیاء کا بدل استعمال کرنا

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مکے کے اندر کسی موقعے سے زبیب (کشمش) کی قیمت بڑھ گئی۔ لوگوں نے خط لکھ کر کوفے میں موجود حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس کا شکوہ کیا، تو انہوں نے یہ رائے تجویز فرمائی کہ تم لوگ کشمش کے بدلے کھجور استعمال کیا کرو، کیونکہ جب تم ایسا کروگے تو مانگ کی کمی سے کشمش کی قیمت گر جائے گی اور وہ سستی ہوجائے گی۔ (اگر سستی نہ بھی ہو تو کھجور اس کا بہترین متبادل ہے۔)

’’عن رزين بن الْأعْرَج مولى لآل الْعَبَّاس قَالَ: غَلَا علينا الزَّبِيبُ بِمَكَّة، فكتَبْنا إِلٰى علي بن اَبِي طَالب بِالْكُوفَةِ اَن الزَّبِيب قد غلا علينا، فكتب: اَن أرخصوه بِالتَّمْرِ.‘‘ (تاریخ ابن معین، ج: ۳، ص: ۱۱۳، رقم الحدیث: ۴۷۱)

## مہنگی اشیاء کا استعمال ہی ترک کردینا

ایک بار حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ گوشت کی قیمت میں حد درجہ اضافہ ہوگیا۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ان کی بات سننے کے بعد کہا: اگر اس کا بھاؤ چڑھ گیا ہے تو کم کردو۔ لوگوں نے کہا: ہم تو ضرورت مند ہیں، گوشت ہمارے پاس کہاں ہے کہ ہم اس کی قیمت کم کردیں؟ ابراہیم بن ادہمؒ نے کہا کہ: دراصل میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اس کا استعمال کم کردو، یعنی: تم اس کو خریدنا ہی چھوڑ دو، کیونکہ جب اس کا استعمال کم ہوجائے گا تو اس کی قیمت بذاتِ خود کم ہوجائے گی۔

’’قِیْلَ لِإِبْرَاهِیْمَ بْنِ اَدْهَمَ: إِنَّ اللَّحْمَ غَلَا، قَالَ: فَأَرْخِصُوْهُ، اَيْ: لَا تَشْتَرُوْهُ.‘‘

(حلیۃ الاولیاء، ج:۸،ص:۳۲)

## اللہ کی طرف رجوع اور اعمال میں بڑھوتری اختیار کرنا

کسی اللہ والے نے کہا کہ مانا مہنگائی ہوگئی ہے تو نعوذ باللہ کیا اللہ پاک کے خزانے بھی ختم ہوگئے ہیں؟ تو اپنی دعاؤں اور نبی ﷺ کے بتائے ہوئے اعمال کی مقدار کیوں نہیں بڑھاتا؟ انہوں نے بڑی زبردست بات کی، ذرا سوچیں تو سہی، کیا ہم سب نے اپنی مالی پریشانی یا کسی بھی پریشانی میں نبی ﷺ کے بتائے ہوئے اعمال اور اپنی دعاؤں کی مقدار میں اضافہ کیا؟

اس کو اس طرح سمجھیں اگر کسی کو بخار، یعنی ہلکی حرارت ہو جائے تو وہ پیراسیٹامول (Paracetamol) کی گولی کھاتا ہے، مگر اسی شخص کو اگر ٹائیفائڈ ہو جائے تو پھر وہ اینٹی بائیوٹک Antibiotics لیتا ہے اور اس کو کھانے کا ناغہ نہیں کرتا، کیوں کہ اس کو معلوم ہے کہ ناغہ کرنے سے اس اینٹی بائیوٹک Antibiotics کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ میں اس کو یوں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اعمال کی اینٹی بائیوٹک Antibiotics چاہیے پابندی کے ساتھ۔ وہ اعمال (Antibiotics) جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اپنی اُمت کو بتا کر گئے، ان میں سے کچھ کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے، اگر ہو سکے تو پابندی کریں، مستقل مزاجی کے ساتھ، اور عمل کرنا نہ چھوڑیں، ان شاء اللہ! ان اعمال کی برکت آپ کی زندگی میں بہت واضح طور پر نظر آئے گی:

①: فرض نماز کی ہر حال میں لازمی پابندی کریں، جتنا ممکن ہو اللہ کی راہ میں خرچ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو بہت دے گا۔

②: فجر کی نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار ’’سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم، استغفر اللہ‘‘ پڑھیں۔

③: دن کے شروع میں ’’یٰس‘‘ پڑھ کر دعا کریں (اللہ پاک آپ کے سارے دن کے کام بنا دیں گے۔ (حدیث)

④: چاشت کی نماز سے بھی رزق میں برکت ہوتی ہے۔

⑤: رات کو روزانہ مغرب کے بعد سورۂ واقعہ پڑھیں، گھر میں کبھی فاقہ نہیں ہوگا۔ (حدیث)

⑥: کوشش کریں روزانہ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر رزق میں برکت مانگیں۔

⑦: ہر وقت باوضو رہیں (اللہ پاک رزق بڑھا دے گا)۔ (حدیث)

⑧: اللہ پاک سے چلتے پھرتے باتیں کریں، اللہ پاک کو اپنی پریشانیاں بتائیں (وہ سب جانتا ہے، لیکن اسے یہ پسند ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے اپنی حاجات رکھے) اور بولیں کہ: اے اللہ پاک! آپ کے علاوہ کوئی میری پریشانیاں حل نہیں کرسکتا، میری مدد کریں، مجھے اکیلا نہ چھوڑیں، یعنی: اپنی دعا کی طاقت کو بڑھائیں۔

اسی طرح مہنگائی مہنگائی کرنے سے مہنگائی کم نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کے عملی علاج کی کچھ تدابیر اختیار کرنے کی کوشش کرلی جائے تو ان شاء اللہ انسان سکون میں آجائے گا، مثلاً:

- ہر کسی کو چاہیے کہ صرف ضروری اشیاء کی خریداری پر اکتفا کرے، بلاوجہ زائد از ضرورت اشیاء کی خریداری نہ کرے اور اسی پر قناعت کرے، تاکہ قرض وغیرہ لینے کی نوبت نہ آئے۔
- گھریلو اخراجات کم کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ استعمال کی چیزوں کی خریداری کے لیے جانے سے قبل ضروری اشیاء کی فہرست بنائیں اور اس کا بغور جائزہ لیجئے کہ کیا واقعی ان سب چیزوں کی ضرورت ہے اور ان کے بغیر گزارہ مشکل ہے؟
- آئے روز گوشت اور مرغن کھانوں کے استعمال کے بجائے سبزیاں اور دالیں وغیرہ کھانے کا بھی معمول بنایا جائے کہ عموماً ان کی قیمت گوشت کے مقابلے میں کم ہوتی ہے اور یہ صحت کے لیے مفید بھی ہوتی ہیں۔
- اپنے آپ کو اور بال بچوں کو سادہ غذا اور سادگی کے ساتھ زندگی گزارنے کا عادی بنائیں، اس سے دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ ہسپتالوں کے چکر لگانے اور ڈاکٹروں کی فیسوں اور دواؤں پر آنے والے خرچ سے بھی بچت ہوگی۔
- مہنگے موبائل فون، لیپ ٹاپ اور ٹیبلیٹ، پی سی وغیرہ کے بجائے حسبِ ضرورت سادہ موبائل فون سے کام چلانے کی کوشش کی جائے۔
- اگر کھانے پینے کی چیزوں میں سے کوئی چیز مہنگی ہوجائے تو اُسے ترک کرکے دوسری نسبتاً سستی چیز خرید لی جائے۔

آپ یقین کریں آپ کی طرف سے ذکر کردہ اعمال کی پابندی، آپ کی زندگی میں ان اعمال کی برکت لائے گی ان شاء اللہ، اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ ان اعمال کی برکت آپ کے پیاروں کی زندگی میں آئے تو ان کو بھی ان اعمال کا پابند بنانے کی کوشش کریں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

# ’’الدنیا مزرعة الآخرة‘‘ کا اِسنادی حکم

مفتی ابوالخیر عارف محمود
مدرسہ فاروقیہ، گلگت

بسا اوقات کچھ باتیں بہت مشہور ہوتی ہیں، بلکہ بعض دفعہ بیسیوں کتابوں میں نقل در نقل چلی آرہی ہوتی ہیں، لیکن علم وتحقیق کی دنیا میں ان کا ثبوت نہیں ہوتا، ایسے ہی ایک قول: ’’دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔‘‘ کو بھی خوب شہرت حاصل ہے، بلکہ عصری اداروں کے نصاب کی بعض کتابوں میں اسے بطور حدیث ذکر کیا گیا ہے، اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت ثابت نہیں، جیسا کہ کبار ائمہ حدیث کی تصریحات کے ذیل میں آپ اسے ملاحظہ فرمائیں گے۔

## علامہ سخاویؒ کا قول

علامہ سخاویؒ نے ’’المقاصد الحسنة‘‘ میں فرمایا:

’’حديث: الدنيا مزرعة الآخرة، لم أقف عليه مع إيراد الغزالي له في الإحياء، وفي الفردوس بلا سند عن ابن عمرؓ مرفوعا: ’’الدنيا قنطرة الآخرة فاعبروها، ولا تعمروها‘‘، وفي الضعفاء للعقيلي ومكارم الأخلاق لابن لال من حديث طارق بن أشيم رفعه: ’’نعمت الدار الدنيا لمن تزود منها لآخرته‘‘، الحديث. وهو عند الحاكم في مستدركه وصححه، لكن تعقبه الذهبي بأنه منكر قال: وعبد الجبار يعني راويه لا يعرف.....‘‘(۱)

یعنی میں ’’دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔‘‘ سے بطور حدیث باخبر نہیں، اگرچہ امام غزالیؒ نے ’’إحياء العلوم‘‘ میں اسے ذکر کیا ہے، دیلمیؒ نے فردوس میں بغیر سند کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ دنیا آخرت کے لیے پل ہے، اس سے پار ہوجاؤ، اسے آباد کرنے نہ لگ جاؤ۔ اسی طرح امام عقیلیؒ کی ’’الضعفاء‘‘ میں اور محدث ابن لال کی ’’مكارم الأخلاق‘‘ میں ہے کہ طارق بن اشیم نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ دنیا کیا ہی بہترین گھر ہے اس شخص کے لیے جو اس سے

آخرت کے لیے زادِراہ اختیار کرے۔ اس کو امام حاکمؒ نے اپنی ’’مستدرك‘‘ میں بھی نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے، جب کہ امام ذہبیؒ نے ’’تلخيص مستدرك‘‘ میں اس پر تعقُّب کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ منکر روایت ہے، اس کا ایک راوی عبدالجبار مجہول ہے۔‘‘

## علامہ عراقیؒ کا قول

علامہ عراقیؒ نے ’’المغني عن حمل الأسفار‘‘ میں فرمایا:

’’لم أجده بهٰذا اللفظ مرفوعاً، وروى العقيلي في ’’الضعفاء‘‘ وأبو بكر ابن لال في ’’مكارم الأخلاق‘‘ من حديث طارق بن أشيم ’’نعمت الدار الدنيا لمن تزود منها لآخرته ‘‘ الحديث، وإسنادهٗ ضعيف .....‘‘(۲)

علامہ عراقیؒ نے فرمایا کہ: ’’دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔‘‘ ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت مرفوعاً مجھے نہیں ملی، جب کہ طارق بن اشیم کی روایت کے بارے میں فرمایا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

## ملا علی قاریؒ کا قول

ملا علی قاریؒ نے ’’المصنوع في معرفة الحديث الموضوع‘‘(۳) میں علامہ سخاویؒ کا قول نقل فرمایا: ’’قال السخاوي: لم أقف عليه .....‘‘

جب کہ ’’الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة‘‘(۴): میں پہلے علامہ سخاویؒ کا قول نقل فرمایا، پھر اس کے معنی کے صحیح ہونے کو قرآن کریم سے ثابت فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

’’قال السخاويؒ: لم أقف عليه مع إيراد الغزالي له في الإحياء، قلت: معناه صحيح يقتبس من قولهٖ تعالى : ’’مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ .....‘‘

یعنی اس روایت کا معنی صحیح ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے مقتبس ہوتا ہے: ’’جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہو، ہم اس کے لیے اس کھیتی میں برکت دیں گے۔‘‘

## علامہ مقدسیؒ اور علامہ صغانیؒ کی تحقیق

علامہ ابوالفضل مقدسیؒ نے ’’تذكرة الموضوعات‘‘ میں اور علامہ صغانیؒ نے ’’الموضوعات‘‘ میں ’’الدنيا مزرعة الآخرة‘‘ کو موضوعات میں سے شمار کیا ہے۔

علامہ عجلونیؒ نے ’’كشف الخفاء(۵) میں علامہ سخاویؒ اور ملا علی قاریؒ کا قول نقل کیا ہے۔ البتہ عجلونیؒ نے یہ بات بھی نقل کی ہے کہ ابن عساکر نے یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ: ’’دنیا کو گزرگاہ بناؤ، اسے آباد نہ کرو، دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے، بدنظری دل میں شہوت پیدا کرتی

ہے۔ ”علامہ طاہر پٹنیؒ ”تذكرة الموضوعات“ میں ان الفاظ کے ساتھ مذکورہ روایت کو موضوع قرار دینے کے بعد فرماتے ہیں: ”وفي المختصر لم يوجد بهٰذا اللفظ وإنما روي ” نعمت الدار الدنيا لمن تزود منها لآخرته. “ مع أنهٗ ضعيف ....“

علامہ طبرانیؒ نے اس معنی کی ایک روایت ”المعجم الكبير“ (۶) میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من يتزود في الدنيا ينْفعه في الآخرة.“

یعنی ”جس نے دنیا میں (آخرت کے لیے) زادِراہ اختیار کرلیا تو وہ اسے آخرت میں نفع دے گا۔“

علامہ ہیثمیؒ نے ”مجمع الزوائد“ (۷) میں امام طبرانیؒ کے رجال کو صحیح قرار دیا ہے: ”رجاله رجال الصحيح.“ البتہ ابن ابی حاتمؒ نے ”علل الحديث“ (۸) میں اپنے والد سے نقل کیا ہے:

”قال أبي هٰذا حديث باطل، إنما يروى عن قيس قوله . قلت : ممن هو ؟ قال: من هشام ابن عمار، كان هشام بأخرة يلقنونه أشياء فيلقن، فأرى هٰذا منه.“

”ابن ابی حاتمؒ کہتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے، اسے قیس سے نقل کیا جاتا ہے، میں نے پوچھا وہ کس سے نقل کرتا ہے؟ میرے والد نے فرمایا کہ: قیس ہشام بن عمار سے نقل کرتا ہے، ہشام کو آخری عمر میں کچھ باتوں کی تلقین کی جاتی تھی تو وہ ان کو نقل کرتے تھے، میرے خیال میں یہ بھی ان تلقین شدہ باتوں میں سے ایک ہے۔“

خلاصہ یہ نکلا کہ ”الدنيا مزرعة الآخرة“ کی یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بے سند اور من گھڑت ہے، جب کہ اس کا معنی صحیح اور قرآن سے مستفاد ہے، جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اوپر گزر چکا ہے) چناں چہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

## حوالہ جات

۱:-المقاصد الحسنة، ص:۳۵۱

۲:المغني، ج:۲، ص:۹۹۲

۳:-المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص:۱۰۱

٤:-الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، ص:۱۹۹

۵: -كشف الخفاء، ج:۱، ص:٤۱۲

۶: -المعجم الكبير، ج:۲، ص:۳۰۵

۷:- مجمع الزوائد، ج:۱۰، ص:۳۱۱

۸:-علل الحديث، ج:۲، ص:۱۳۵

# خطبۂ حجۃ الوداع

## ایک عالمی منشور

مولانا عبدالصبور شاکر
جامعہ دار العلوم ربانیہ، پھلور، ٹوبہ ٹیک سنگھ

خطبۂ حجۃ الوداع دنیا بھر کے خطبوں میں الگ شان رکھتا ہے۔ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایک خطبے میں اسلام کا پورا منشور بیان فرمادیا ہے۔ یہ خطبہ عرفات کے میدان میں اس وقت دیا گیا جب ایک لاکھ سے زائد جاں نثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! میں جو کچھ کہوں اسے غور سے سنو، شاید آئندہ سال اور اس کے بعد پھر کبھی یہاں تم سے ملاقات نہ ہوسکے۔''

پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درج ذیل آٹھ عنوانات پر بات فرمائی:

❶: حقیقی روشن خیالی ❷: انسانی جان کی حرمت ❸: ادائے امانت
❹: سود کی حرمت ❺: قتل وقتال کی ممانعت ❻: عملِ صالح
❼: حقوقِ زوجین کا تحفظ ❽: گمراہی سے حفاظت

دورِ حاضر میں روشن خیالی کا بڑا چرچا ہے۔ مسلمانوں کو رجعت پسند اور بنیاد پرست ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے، لیکن ہمارے نبی علیہ السلام نے جس روشن خیالی کا درس آج سے چودہ سو برس قبل دیا تھا، اس کے مطابق دورِ حاضر کی روشن خیالی، جہالت کا دوسرا نام ہے، مثلاً آج کی روشن خیالی کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو اس کی عمر تقریباً سوا دو سو سال ہے۔ اس کی ابتدا انقلابِ فرانس سے ہوئی جب یورپ نے اپنی تمام فرسودہ باتوں سے جان چھڑالی اور اپنی روایات، اپنی تہذیب حتیٰ کہ اپنے مذہب تک سے پیچھا چھڑالیا، انسانی خواہشات کو اپنا حکمران بنالیا اور درج ذیل کام کیے:

- مذہب ہر انسان کا ذاتی معاملہ ٹھہرا۔

- قتلِ عام کو دہشت پسندی کے خلاف جنگ کا نام دے کر امن کے بخیے اُدھیڑ دیئے گئے۔
- گھر کی ملکہ عورت کو پاکیزگی کی دہلیز سے کھینچ کر کلبوں کے میدان میں کھڑا کر دیا گیا اور اسے حقوقِ نسواں کا حسین عنوان دیا گیا، نیز اسے پیسہ کمانے کی مشین بنا دیا۔
- عریانی وفحاشی کا نام کلچر رکھ دیا گیا۔
- سود کو منافع اور پرافٹ کا نام دے کر بینکوں کا کاروبار بڑھایا گیا، نیز سرمایہ دارانہ نظام کو ورلڈ آرڈر کا نام دے کر دنیا پر ٹھونسنے کی کوشش کی گئی۔
- انسانی اخلاق کی قدر و قیمت گرادی گئی اور ہر مسئلے کا حل روپیہ کمانا ٹھہرا۔
- خیانت اور دھوکے بازی کو سیاست کی پیکنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔

یہ تھا مغرب کی روشن خیالی کا تصور، جبکہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ان تمام اقدار کو اپنے قدموں تلے روندتے ہوئے فرمایا تھا: ''میں نے جاہلیت کی تمام روایات اپنے قدموں تلے روند دی ہیں۔'' اس ایک جملے میں آپ نے شرک، زنا، جوا، سود، بے حیائی، قتل، حق تلفی، تمام جاہلی معاملات کو یکسر ختم فرما دیا۔

مسلمانوں کے ہاں روشن خیالی' ربِ ذوالجلال کے حکم کے سامنے اپنی خواہشات کو دبا دینے کا نام ہے، جبکہ اہلِ مغرب کے نزدیک معاشرے میں جنم لینے والے منتشر خیالات روشن خیالی ہیں، چنانچہ وہ ایسی اشیاء کو قانون کا حصہ بنالیتے ہیں، اگرچہ اخلاقی اعتبار سے کتنی ہی گری ہوئی ہوں، جیسے ہم جنس پرستی کے جواز کا قانون، وغیرہ۔

دوسری چیز جسے اہلِ مغرب اپنے لیے فخر کی چیز سمجھتے ہیں وہ ہے دہشت گردی کے خلاف قتلِ عام، جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں بھی لائحہ عمل تجویز فرما دیا۔ فرمایا: ''اے لوگو! تم پر ایک دوسرے کی جان و مال تا قیامت حرام ہیں، جس طرح آج کے دن اور اس مہینہ ذوالحجہ میں ایک دوسرے کی بے حرمتی نہیں کرتے۔''

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرے مذاہب کے افراد، خواتین، بچے، بوڑھے حتیٰ کہ زمینوں اور فصلوں تک کے حقوق متعین فرما دیئے اور انہیں بلاضرورت کاٹنے، اور جلانے سے منع فرما دیا۔ فتح مکہ کے عظیم موقع پر اپنے جانی دشمنوں کو ''لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ'' (آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا) کی خوشخبریوں سے نواز دیا، حتیٰ کہ اپنے دشمن امیہ بن خلف کے بیٹے ربیعہ کو اسی خطبۂ حجۃ الوداع کا مُکبّر بنا دیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ بلند آواز سے لوگوں تک انہی ربیعہؓ نے پہنچایا۔

جبکہ تصویر کے دوسرے رخ کا جائزہ لیں تو دنیا کے بڑے بڑے انقلابات میں کروڑوں انسان ''امن'' کی بھینٹ چڑھ گئے۔ انقلابِ فرانس میں لاکھوں انسان قتل ہوئے، پہلی جنگ عظیم میں کم از کم ایک کروڑ انسان قتل ہوئے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلاب میں طرفین کے صرف ایک ہزار اٹھارہ (۱۰۱۸) آدمی موت کی نیند سوئے۔ پھر یہ انقلاب ایسا پُراثر تھا کہ اس کی گونج آج بھی پوری قوت سے اطرافِ عالم میں سنائی دے رہی ہے۔

تیسری چیز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی وہ ادائے امانت ہے۔ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''جس کسی کے پاس دوسرے کی امانت جمع ہو اس کے مالک کو لوٹا دی جائے۔''

نیز فرمایا: ''اے لوگو! میری بات گوشِ ہوش سے سنو! دیکھو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور اس رشتہ کی وجہ سے کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کی کسی شے پر اس کی اجازت کے بغیر تصرف روا نہیں ہے، ورنہ یہ ایک دوسرے پر ظلم ہو جائے گا۔''

چوتھی چیز سود ہے جس کے خاتمے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے بارے میں یہ حکم فرمایا:

''آج سے ہر قسم کا سود ختم کیا جاتا ہے راس المال کے سوا۔ نہ تم ایک دوسرے پر ظلم کرو، نہ قیامت کے دن تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے ہی سود کو ممنوع فرما دیا ہے۔ (میرے چچا حضرت) عباس رضی اللہ عنہ کا جو سود دوسروں کے ذمہ واجب الادا ہے، اسے موقوف کیا جاتا ہے۔''

انگریزی کے مشہور مقولے ''Charity begins at the home'' کے تحت سود کے خاتمے کی ابتدا اپنے گھر سے کی اور پھر اسلام میں سود کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

پانچویں چیز جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا، وہ قتل و قتال کی حرمت ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر سے اس کی ابتدا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جاہلیت کے مقتولین کا قصاص و دیت دونوں کالعدم قرار دی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے میں ہی بنو ہاشم کے (ایک بچے) ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا بدلہ اور دیت معاف کرتا ہوں۔''

نیز یہ بھی فرمایا:

''اے لوگو! تم پر ایک دوسرے کی جان اور اسی طرح مال ہر ایک قیامت تک حرام ہے، جیسا کہ آج کے دن اور اس مہینہ میں تم کسی قسم کی بے حرمتی نہیں کر سکتے۔''

چھٹی چیز جس کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ میں فرمایا، اخلاقِ حسنہ، تقویٰ اور اعمالِ صالح

ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع دیتے ہوئے اس بات کی طرف نشاندہی فرمائی کہ: ’’غور سے سنیے! اب عرب میں شیطان کی پرستش نہ کی جائے گی، لیکن اس کی پرستاری کی بجائے اگر شیطان کی صرف اطاعت ہی کی گئی تب بھی وہ بہت خوش ہوگا، اس لیے دینی امور میں شیطانی وساوس کو اپنے قریب نہ آنے دو۔‘‘

نیز فرمایا: ’’اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ بھی ایک ہے، کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت نہیں ہے، کسی کالے کو کسی گورے پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر فضیلت نہیں ہے، ہاں! البتہ تقویٰ کی بنیاد پر (ان کو ایک دوسرے پر فضیلت ہوسکتی ہے)۔‘‘

اسلام کے اسی سنہری اصول کی وجہ سے حبشی بلالؓ کو سیدنا بلالؓ کہہ کر پکارا گیا اور عطاء بن ابی رباحؒ جیسے سادہ شکل والے کے سامنے امیر المومنین سلیمان بن عبدالملک بھی زانوئے تلمذ تہہ کرنا فخر سمجھتے تھے۔ ایک عجمی النسل محمد بن اسماعیل بخاریؒ کو امیر المومنین فی الحدیث کہا گیا اور ایک فارسی النسل امام غزالیؒ کے فلسفے کی دھوم چہار دانگ عالم میں ہے اور ایک غیر عرب نعمان بن ثابتؒ امام اعظم کہلاتا ہے، جبکہ ایک عربی النسل ہاشمی خانوادے کے فرزند ابولہب، اپنے زمانے کے ابوالحکم، عمرو بن ہشام (ابوجہل) کو انہی کی کیٹگری کے لوگ بھی اچھے الفاظ میں یاد کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔

ساتویں چیز جس کا ذکر اپنے خطبہ میں فرمایا، وہ خاندانی نظام کا تحفظ ہے۔ مغرب اپنے حقوقِ نسواں کے نعرے پر بہت زور دیتا ہے۔ مغرب کا دعویٰ ہے کہ ہم نے عورت کو وہ حقوق دیئے ہیں جو اس سے پہلے کسی نے بھی اسے عطا نہیں کیے، لیکن غور کیا جائے تو مغرب نے عورت کو بجائے حقوق دینے کے اسے انہی خطوط پر چلانے کی سعی کی ہے جنہیں اسلام نے چودہ سو سال قبل جہالت کہہ کر پاؤں تلے روند ڈالا تھا۔

ذرا غور فرمائیں! مغرب' عورت کو گھر کی دہلیز سے کھینچ کر سرِ بازار لے آیا ہے، مغربی مفکرین نے عورت کو مرد کے ہم پلہ قرار دیا، نتیجۃً مغرب نے عورت سے اس پر دوگنا بوجھ لاد دیا ہے۔ ایک تو وہ بوجھ ہے جو اس پر فطرتاً مسلط ہے، یعنی گھریلو امور کی نگرانی، بچے جننا، اور ان کی پرورش کرنا، وغیرہ، یہ کام مرد نہیں کرسکتا اور دوسرا بوجھ کمائی کرنا، نوکریاں کرنا، ڈیوٹیاں سرانجام دینا، وغیرہ، جبکہ اسلام نے دونوں فریقوں کے حقوق متعین کردیئے۔ اسلام نے مرد وعورت کو گاڑی کے دو پہیے قرار دیا، جس کی وجہ سے زندگی کی گاڑی کا چلنا نہایت آسان ہوگیا، جبکہ مغرب نے برابر کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹ کر دونوں پہیے گاڑی کی ایک ہی سمت میں لگادیئے، چنانچہ ان کا گھریلو نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگیا، جس

کا اقرار اب خود مغربی مفکرین بھی کر رہے ہیں۔

عورت‘ جسے یونانیوں نے سانپ، سقراط نے فتنہ، قدیس جرنانے شیطانی آلہ اور یوحنا نے شر کی بیٹی اور امن وسلامتی کی دشمن لکھا، جب گھر سے باہر نکلی تو اپنی حشر سامانیوں سمیت نکلی، مردوں کے سفلی جذبات کی تسکین ہوئی اور بے حیائی نے جڑ پکڑ لی، جب کہ اسلام نے اسی عورت کے قدموں تلے جنت بتلائی اور ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے حقوق وضع کر کے اس کی باقاعدہ حیثیت متعین کردی۔

خاندانی نظام کے تحفظ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ ارشاد فرمایا: ’’میاں بیوی ایک دوسرے کے سامنے جواب دہ ہیں، نیز کسی عورت کے لیے غیر مرد کو اپنے قریب کرنے کا حق نہیں، ورنہ شوہر کے تن بدن میں آگ لگ جائے گی۔‘‘ اور یہ کہ ’’عورتوں کو بے حیائی کے ارتکاب سے مطلقاً کنارہ کش رہنا چاہیے، اگر ان سے یہ قصور ہو جائے تو ان کے شوہر انہیں بدنی سزا دے سکتے ہیں، مگر وہ سزا ضربِ شدید کی حد کے قریب نہ پہنچ جائے، (یعنی بدن پر داغ نہیں پڑنا چاہیے)۔ اگر عورتیں ایسا لااُبالی پن چھوڑ دیں تو دستورِ عام کے مطابق ان کے خورد ونوش اور ان کے لباس کا پورا لحاظ رکھو اور ان کے معاملہ میں حسنِ سلوک سے ہاتھ نہ کھینچو، وہ تمہارے نکاح میں آجانے سے تمہاری پابند ہو جاتی ہیں اور (ان معنوں میں) اپنے نفس کی مالک نہیں رہتیں، لیکن تم بھی خیال رکھو کہ آخر کلمہ ایجاب وقبول کے ساتھ ہی تو تم نے اللہ کی اس امانت کو اپنی تحویل میں لیا ہے اور انہی کلمات کے ساتھ انہیں خود پر حلال کیا ہے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ کے آخر میں اپنی اُمت کو گمراہ ہونے سے بچانے کے لیے یہ جملہ ارشاد فرمایا: ’’اے لوگو! غور سے سنو! جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں اس کی وضاحت کے لیے جو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو گے تو کبھی ٹھوکر نہ کھاؤ گے۔ وہ چیز بجائے خود نہایت واضح ہے اور وہ خدا کی کتاب اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت ہے۔‘‘

کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ایسی چیز ہے جس پر عمل کر کے کوئی بھی فتنوں و شرور سے بچ سکتا ہے اور راہِ جنت کا راہی بن سکتا ہے۔

سب سے آخر میں ارشاد فرمایا: ’’اے اللہ! تو سن رہا ہے کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔‘‘ اور ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں: ’’اللّٰہم اشہد، اللّٰہم اشہد‘‘ (یا اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرض ادا فرما دیا)۔ اب ہمارے لیے سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم اس پر کتنے عمل پیرا ہوتے ہیں؟

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

# کیا تمام گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے؟

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک گھر میں متعدد صاحبِ نصاب لوگ ہوں تو کیا ہر صاحبِ نصاب پر علیحدہ علیحدہ قربانی کرنا واجب ہے؟ یا ایک ہی قربانی کرنا کافی ہے؟ اس ضمن میں ترمذی شریف میں واردشدہ حدیث کا کیا جواب ہوگا؟ جس میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ: ''یَا اَیُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلٰی کُلِّ اَهْلِ بَیْتٍ فِيْ کُلِّ عَامٍ أُضْحِیَّةً''، براہِ کرم اس کا مفصل اور مدلل جواب جلد از جلد دے دیں۔ مستفتی: عبدالرحمٰن

## الجواب باسمہٖ تعالیٰ

❶: ایک گھر میں اگر متعدد افراد صاحبِ نصاب ہوں تو ہر عاقل، بالغ صاحبِ نصاب پر قربانی کرنا واجب ہوگا، اپنی اپنی قربانی اپنے مال سے کریں یا کوئی ایک‘ دوسروں کو بتا کر اُن کی طرف سے بھی کردے، بہرحال ہر صاحبِ نصاب عاقل، بالغ پر قربانی کرنا لازم ہے۔ ''فتح القدیر'' میں ہے:

''(الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر في يوم الأضحى عن نفسه وعن ولده الصغار) .......... وتجب عن نفسه لأنه أصل في الوجوب علٰى ما بيناه وعن ولده الصغير لأنه في معنى نفسه، فيلحق به كما في صدقة الفطر، وهٰذه رواية الحسن عن أبي حنيفةؒ، وروى عنه أنه لاتجب عن ولده وهو ظاهر الرواية ، وهٰذه قربة محضة والأصلي في القرب أنهٗ لاتجب على الغير بسبب الغير.'' (فتح القدیر، ج:۸،ص:۴۲۵-۴۲۹،ط:رشیدیہ)

''فتاویٰ شامی'' میں ہے:

’’(فتجب) التضحية (على حر مسلم مقيم موسر عن نفسهٖ ولاعن طفله) على الظاهر (قوله على الظاهر) والفتوى على ظاهر الرواية ولو ضحّى عن أولاده الكبار وزوجته لايجوز إلا بإذنهم.‘‘ (ج:۶،ص:۳۱۳-۳۱۵،ط:رشیدیہ)

❷: سوال میں مذکورہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ قربانی صاحبِ نصاب پر واجب ہوتی ہے اور آپ ﷺ کے زمانہ میں اکثر وبیشتر صاحبِ نصاب گھر کا بڑا ایک فرد ہوا کرتا تھا اور وہی قربانی کرتا تھا، باقی سب قربانی نہیں کرتے تھے، لیکن جو قربانی ہوتی وہ سب گھر والوں کی طرف منسوب ہوتی تھی، اور یہ اس لیے ہوتا تھا کہ گھر کے افراد قربانی کرنے والے کے ساتھ جانور کو ذبح کرنے میں معاونت کرتے اور اکٹھے مل کر گوشت کھاتے اور انتفاع حاصل کرتے۔ حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایک قربانی گھر کے متعدد صاحبِ نصاب عاقل، بالغ کی طرف سے کافی ہوجائے گی۔

’’المسوی شرح الموطا‘‘ میں ہے:

’’وتأويل الحديث عندهم أن الأضحية لاتجب إلا على غني ولم يكن الغني في ذلك الزمان غالباً إلا صاحب البيت ونسب إلٰى أهل بيته على معنى أنهم يساعدونه في التضحية و يأكلون لحمها و ينتفعون بها.‘‘ (المسوی شرح الموطا، باب التضحية سنة كفاية لكل أهل بيت، ج:۱، ص:۲۲۶، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

فقط واللہ اعلم

| الجواب صحیح | الجواب صحیح | کتبہ |
|---|---|---|
| ابوبکر سعید الرحمٰن | محمد شفیق عارف | طٰہٰ امین |
| | | تخصصِ فقہِ اسلامی |
| | | جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی |

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

## نقد و نظر



ادارہ

### صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پاکستان میں

مؤلف: مولانا ڈاکٹر ضیاء اللہ جدون۔ صفحات: ۳۶۸۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ عزیزیہ، سلام کتب مارکیٹ، دکان نمبر: ۱۷، بالمقابل جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0300-2343814

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت، نصرت اور اعانت کے لیے منتخب فرمایا، اس لحاظ سے وہ اُمتِ مسلمہ میں سب سے افضل اور برتر ہیں، اسی نسبت کی وجہ سے ان کو ایک خاص عظمت اور رفعت حاصل ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے زیادہ تعظیم وتوقیر کے لائق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا، خود بھی اسلام قبول کیا اور دنیا کے کونے کونے میں اس کا پیغام پہنچایا، جس کے لیے انہوں نے بے مثال قربانیاں دی ہیں، اپنا گھر بار، آل واولاد چھوڑی، اور دنیا کے مختلف حصوں میں مدفون ہوگئے۔ برصغیر اور موجودہ پاکستانی علاقہ کو بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ورودِ مسعود کا شرف حاصل ہوا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب صحابہ کرامؓ کی پاکستان میں آمد، پاکستانی علاقہ میں اُن کی وفات اور ان کی قبور کی موجودگی کے حوالہ سے ہے، صحابہ کرامؓ میں سے کون، کب، کیسے اور کہاں آیا، کہاں وفات اور شہادت ہوئی اور کہاں تدفین ہوئی؟ یہ اس کتاب کا موضوع ہے۔ مؤلف موصوف نے قدیم وجدید، عربی اور اُردو کتب کے مطالعہ اور سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے دور دراز کے علاقوں میں کئی اسفار کرکے وقت ومال کی قربانی اور کافی محنت ومشقت سے یہ تحقیقی مجموعہ ترتیب دیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کتاب نے کتاب کے تعارف میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا کچھ حصہ یہاں پیش کردیا جائے، جس سے کتاب کے مواد، ترتیب اور مآخذ وامتیازات پر بھی روشنی پڑتی ہے، مؤلف لکھتے ہیں:

’’میں نے نہ صرف واقعات کو تسلسل کے ساتھ بیان کرنے کی اپنی پوری کوشش کی ہے، بلکہ اس کے بعد مذکور

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تراجم بھی لکھے ہیں، یعنی اس کتاب کے تین ابواب ہیں، پہلے باب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور کے پاکستان - جسے سندھ کہا جاتا تھا - کا مکمل جغرافیائی، تجارتی، سیاسی اور مذہبی جائزہ لیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں پہلے صحابی رسول حضرت مغیرہ بن ابی العاصؓ کے وردِ پاکستان سے لے کر آخری صحابی حضرت منذر بن جارود عبدیؓ تک کے واقعات درج ہیں۔ تیسرے باب میں مذکور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تراجم یعنی سوانح درج ہیں۔ سب سے پہلے بنیادی ماخذ تک رسائی کی ہے اور اس کے بعد ثانوی ماخذ سے کام لیا ہے، مزید برآں راقم نے چند انکشافات بھی کیے ہیں، مثلاً عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پاکستان کو کیا کہتے تھے، یہاں کون آباد تھے، مذہبی وسیاسی صورتِ حال کیا تھی، وغیرہ۔'' (ص:۱۷)

یہ مجموعہ ایک تاریخی اور تحقیقی معلوماتی کاوش ہے، کافی حد تک استقصاء کی کوشش کی گئی ہے، نیز حوالہ کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ مؤلف موصوف نے کسی غلطی یا کمی بیشی کی نشاندہی کی صورت میں ازالہ اور اضافہ کا بھی عندیہ دیا ہے، ایک محقق کا یہی شعار ہونا چاہیے، کیونکہ تحقیق ایک بحرِ ناپیدا کنار موضوع ہے، جس میں مزید تدقیق وجستجو کا امکان وضرورت باقی رہتی ہے۔ کتاب کے مندرجات میں کہیں کہیں فروگزاشتیں محسوس ہوئی ہیں، جیسے مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم کے نام کے ساتھ ڈاکٹر کا سابقہ لگایا گیا ہے، حالانکہ وہ ڈاکٹر نہیں تھے۔

ہمارے خیال میں مؤلف ومحقق موصوف نے پتّا ماری کا کام کیا ہے اور ایک عمدہ تحقیقی کاوش منظرِ عام پر لائے ہیں، جس پر وہ قابلِ مبارکباد اور لائقِ صد تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی یہ خدمت قبول فرمائے، آمین۔ کتاب کا کاغذ اعلیٰ اور جلد مضبوط ہے۔

## نقوشِ قرآن (تین جلدیں)

مؤلف: حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب۔ صفحات جلد اول: ۴۱۵، صفحات جلد دوم: ۵۰۹، صفحات جلد سوم: ۵۴۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ رشیدیہ، جامعہ فاروقیہ، پرانا شجاع آباد، ضلع ملتان۔ فون نمبر: 0322-6102570

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے، کلامِ الٰہی کے اسرار ورموز کو سمجھنے کے لیے اس کی تفاسیر سب سے زیادہ لکھی گئی ہیں، مگر علومِ قرآن کی خدمت کرنے والے کبھی رُکے نہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب ''نقوشِ قرآن'' میں مؤلف موصوف نے بلند پائے کی علمی وتحقیقی تفاسیر کا مطالعہ اور غواصی کر کے عام فہم اور آسان زبان میں قرآنی علوم وجواہر کو اُمت تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ زیرِ نظر کتاب مؤلف کی قرآن کریم کی خدمت سے شغف کا مظہر ہے۔

نقوشِ قرآن کا مختصر تعارف ٹائٹل پر بایں الفاظ دیا گیا ہے: ’’قرآن کریم کی جملہ سورتوں، رکوعات اور منتخب آیات کا آسان، عام فہم اور دلنشین خلاصہ‘‘ جبکہ پیشِ لفظ کے تحت محترم مؤلف لکھتے ہیں: ’’یہ کتاب نہ تو باقاعدہ تفسیر ہے اور نہ ہی نکات سے لبریز کوئی علمی تحقیق، بلکہ عوام الناس میں بیان کیے گئے دروس کا مجموعہ ہے۔‘‘ آگے چل کر مزید بتاتے ہیں: ’’نقوشِ قرآن عام آدمی کو پیشِ نظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے۔ کتاب کا اسلوب سادہ لیکن علمی رکھا گیا ہے۔‘‘

مؤلف موصوف نے ۴۲-۱۴۴۱ھ کے ماہِ رمضان المبارک میں کورونا کی وبا کے دوران اپنی فرصت کو غنیمت جان کر مسجد ’’الرشید‘‘ شجاع آباد میں روزانہ تراویح کے بعد عوام الناس کے سامنے اس روز تلاوت کی گئی منزل کا خلاصہ بیان کرنا شروع کیا، جسے محفوظ کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا، پھر ان دروس کو کتابی شکل میں مرتب کر کے عناوین کا اضافہ اور حوالہ جات کی تخریج کا اہتمام کیا گیا، بالآخر مؤلف موصوف کی نظر ثانی کے بعد یہ قیمتی دروس اشاعت پذیر ہوگئے ہیں، جس میں ہر سورت کا تعارف کرانے کے بعد اس میں درج عقائد واعمال، احکام ومسائل اور قصص وہدایات کو عمدہ اسلوب میں سمیٹ دیا گیا ہے۔ دیگر تفاسیر سے کوئی اقتباس نقل کرنے کی صورت میں حوالہ ضرور دیا گیا ہے۔

کتاب کے آغاز میں شیخ التفسیر، امام الاولیاء حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کا مرتب کردہ قیمتی ’’اشاریہ مضامین قرآن کریم‘‘ لگا کر کتاب کی اہمیت وافادیت کو دوچند کر دیا گیا ہے۔ پہلی جلد سورۃ الفاتحہ تا سورۃ الانفال، دوسری جلد سورۃ التوبہ تا سورۃ القصص اور تیسری جلد سورۃ العنکبوت تا سورۃ الناس پر مشتمل ہے۔ ٹائٹل خوبصورت، کاغذ رنگین اور اعلیٰ، اور طباعت رنگین اور عمدہ ہے۔

## الأربعينيات من أحاديث مفتاح الجنات

تالیف: مولانا محمد اسلم معاویہ صاحب (فاضل جامعہ خیر المدارس، ملتان)۔ صفحات: ۴۴۸۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: جامع مسجد الحبیب، جامعہ عبد اللہ بن مسعود، چاہ ملک والا، ڈاکخانہ مریالی، ڈیرہ اسماعیل خان۔ رابطہ نمبر: 0332-7246675

قرآن کریم اور احادیث میں مختلف اعداد مذکور ہیں، جن میں سے چالیس کا عدد نبی کریم ﷺ کی احادیث میں بہ کثرت وارد ہوا ہے، کچھ احادیث کے مفہوم اور اشارات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چالیس کے عدد کو انسان کے باطنی کمال اور روحانیت وتقویٰ کے حصول میں ایک خاص دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء نے ذکر واذکار اور عاملین نے وظائف وچلہ جات میں بھی چالیس کے عدد سے خصوصی اعتناء کیا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب میں نبی کریم ﷺ کی ان روایات واحادیث کو جمع کیا گیا ہے، جن میں

آپ ﷺ نے ’’أربعون/ أربعین‘‘ یعنی ۴۰ کا عدد ارشاد فرمایا ہے، موضوع میں تنوع ہے، یہ احادیث کسی خاص موضوع سے متعلق نہیں، بلکہ مختلف موضوعات پر ہر وہ حدیث جس میں چالیس کا عدد مذکور ہے، وہ اس مجموعہ میں شامل کردی گئی ہے، جن کی تعداد مؤلف موصوف کی تحقیق اور تلاش کے مطابق ۱۳۰ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تعداد میں استیعاب نہیں ہے اور نہ ہی اس کا دعویٰ کیا گیا ہے، ہوسکتا ہے کہ بعد میں ان کے علاوہ اور احادیث بھی مل جائیں۔ کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے حدیث شریف باحوالہ درج کی جاتی ہے، پھر ترجمہ، اور پھر مختصر ضروری فضائل ومسائل کے ساتھ تشریح کی جاتی ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک جاندار مقدمہ بھی ہے، جس میں مؤلف نے چالیس کے عدد کی حکمتوں اور اس کے جسمانی وروحانی اثرات کو بیان کیا ہے۔ احادیث کی تخریج کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، موضوع احادیث سے اجتناب کیا گیا ہے۔

کتاب اپنے موضوع کی خوبی کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی مالا مال ہے، کاغذ اعلیٰ رنگین ہے، ٹائٹل خوبصورت اور جلد مضبوط اور ڈسٹ کور کے ساتھ ہے۔ کچھ لفظی اور اعراب کی غلطیاں نظر سے گزری ہیں، بہتر ہوگا کہ اگلے ایڈیشن میں کسی ماہرِ فن مصحح سے لفظی اور اعرابی تصحیح اور اچھے کمپوزر سے سیٹنگ کروالی جائے، اور علاماتِ ترقیم وغیرہ کا بھی اہتمام کیا جائے۔

بہرحال حدیث شریف کے اس منفرد موضوع کے انتخاب اور احادیث کی تحقیق وتلاش پر مؤلف موصوف قابلِ مبارکباد ہیں۔ یقیناً یہ کام حدیث شریف جیسے اعلیٰ وافضل علم کی ایک انمول خدمت ہے۔

## تحذیر الناس (جدید اضافہ شدہ ایڈیشن)

تصنیف: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم دیوبند)۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ عزیزیہ، سلام کتب مارکیٹ، دکان نمبر: ۱۷، بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0300-2343814

زیرِ تبصرہ کتاب ’’تحذیر الناس‘‘ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہورِ زمانہ معرکۃ الآراء علمی اور تحقیقی رسالہ ہے، جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ایک اثر کی علمی اور عقلی تحقیق پیش کی گئی ہے۔ درحقیقت یہ ایک استفتاء کا جواب ہے جو ہندوستان (بریلی) کے ایک عالم دین مولانا محمد احسن نانوتویؒ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا تھا، اس استفتاء کی وجہ یہ بنی تھی کہ اُنہی دنوں بریلی (انڈیا) کے بعض شرپسندوں اور مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے والد مولانا نقی علی خان کی جانب سے اسی اثرِ ابن عباسؓ کی صحت وعدمِ صحت کو موضوع بنا کر حضرت مولانا محمد احسن

نانوتویؒ کی تکفیر کی گئی تھی۔ بہرحال اس کتاب کا بنیادی موضوع ’’ختمِ نبوت‘‘ ہے، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتمیتِ زمانی و مکانی کے ساتھ ساتھ خاتمیتِ مرتبی بھی حاصل ہے، یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء پر جو فضیلت حاصل ہے، وہ خاتمیتِ مرتبی کی وجہ سے بھی ہے۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا مثیل یا تابع وغیرہ ہونا ناممکن ہے۔

بہرحال یہ رسالہ حضرت نانوتویؒ کے علمی مستویٰ اور ان کے اندازِ بیان کی انفرادیت کی بنا پر تسہیل وتشریح کا طالب تھا، حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم دیوبند (وقف) نے حضرت نانوتویؒ کی تصنیفات کی تحقیق وتخریج اور تسہیل وتوضیح کا بیڑا اُٹھایا ہے، چنانچہ اس رسالہ میں بھی ادارے نے قدیم ترین نسخوں سے مراجعت، آیات وروایات کی تحقیق وتخریج، ذیلی عنوانات کا اضافہ، جدید اسلوبِ نگارش، علاماتِ ترقیم وغیرہ جیسے اُمور کی رعایت کرتے ہوئے اس کی جدید اشاعت کی ہے، اللہ تعالیٰ ان حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے۔ کتاب کا کاغذ عمدہ، ٹائٹل خوبصورت اور کارڈ کور کی جلد مضبوط ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....